ماہنامہ

پاک جمہوریت

لاہور

چین کے سٹیٹ کونسلر جناب تانگ جیکسن صدر مملکت جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کررہے ہیں

صدر جنرل پرویز مشرف ہاکی کے کھلاڑی سہیل عباس
کو بیس لاکھ روپے کا چیک دے رہے ہیں

صدر جنرل پرویز مشرف نادرا کے ہیڈ کوارٹر میں بریفنگ کے دوران

امریکہ کی ساؤتھ ایشیا کی سیکرٹری آف سٹیٹ کرسٹینا روکا
صدر جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کررہی ہیں

ماہنامہ
پاک جمہوریت
لاہور

ادارہ مطبوعات پاکستان

نگران اعلیٰ میاں شفیع الدین

نگران پیرزادہ حبیب الرحمٰن زکوڑی

مدیر اعلیٰ پروین ملک

مدیر بشریٰ بشیر

انتظام: ارم ظفر

ریجنل پبلی کیشنز آفس

ڈائریکٹوریٹ آف فلمز اینڈ پبلیکیشنز

32-A حبیب اللہ روڈ

لاہور

فون 042-6305316 , 042-6305906

نومبر 2004

قیمت عام شمارہ 10 روپے

زرسالانہ 100 روپے

حکومت پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

جلد 45 شمارہ نمبر 11 رجسٹرڈ نمبر LRL 82

تزئین: محمد یونس کمپوزنگ: محمد یونس، محمد ناصر، نصرت جہاں

ادارہ مطبوعات پاکستان نے فریدیہ آرٹ پریس انٹرنیشنل چوک سردار چیل لاہور سے چھپوا کر 32-A حبیب اللہ روڈ لاہور سے شائع کیا

فہرست

نومبر 2004ء

حمد	آغا سہراب جنگ	۳
نعت	جان کاشمیری	۳
امیر المومنین حضرت علیؓ کا طرز حکمرانی	علامہ سید ساجد نقوی	۴
صحابہ کرامؓ	محمد سہیل قیصر ہاشمی	۶
عید الفطر	ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن بغدادی	۹
بچوں کے ادب میں علامہ اقبال کا مقام	ڈاکٹر محمود الرحمٰن	۱۳
جوانانِ ملت اور اقبال کا شاہین	سیدہ طیبہ رباب	۱۷
روہی کی آواز، خواجہ غلام فرید	زاہد حسن	۲۱
کشمیر......تاریخ کے دریچے سے	سلطان محمد صابر	۲۶
نوجوان ثنا خوانِ مصطفیؐ	غضنفر عباسی	۳۱
اصلاحات تعمیر نو اور ملکی استحکام کا ایجنڈا	وزارت اطلاعات	۳۳
جنوبی وزیرستان میں ترقیاتی اقدامات	قاضی فضل احمد	۴۹
ایوانِ نمائندگان	ارشاد امین	۵۲
مونالیزا کی طلسماتی مسکراہٹ	سید محمد حبیب اللہ اوج	۵۶
کے ٹو	اسماعیل خان	۵۸
پیاز کی کاشت	اللہ داد خان	۶۱
آیئے پھول اگائیں	آغا جہانزیب	[illegible]۳

سرورق: مرغوب

آغا سہراب جنگ لدھیانوی

حمد

تیری یاد کا جب پڑا دل پہ سایا
قلم مَیں نے تیری ثنا کا اُٹھایا
تُو گُل میں، گلستاں میں جلوہ نما ہے
یہ سچ ہے تُو دونوں جہاں کا خدا ہے
تیرا روپ تاروں میں ہر سُو عیاں ہے
تیرا نور خورشید میں ضُوفشاں ہے
تُو دشت و جبل میں، تُو کوہ و دمن میں
مُعطر، مُعطر، کلی میں، چمن میں
سدا ہر طرف ہی تیری بات ہو گی
تیری ذات مسجود دن رات ہو گی
تیری ذات نسبت میں مشکل کشائی
میری بار کیوں دیر اتنی لگائی
کہ سہرابؔ رہتا ہے تیری لگن میں
تیرا ذکر ہے اس کے قلب و دہن میں

جان کاشمیری

نعت

دل میں طیبہ ہو بسا، سوچ میں رعنائی ہو
پھر تیری دونوں جہانوں سے شناسائی ہو
جب بھی کاغذ پہ گریں اسمِ محمد ﷺ ہی بنے
میرے اشکوں کی مدینے میں پذیرائی ہو
حشر کے روز اُٹھوں دیکھ کے روضے کی طرف
شہرِ آقاؐ میں جو میّت میری دفنائی ہو
مر نہ جاؤں کہیں احسانِ زیارت کے بغیر
زخم گہرا ہے بہت جلد مسیحائی ہو
بعد مرنے کے بھی یخ بستہ نہیں ہو سکتا
عشقِ احمدؐ کی اگر قلب میں گرمائی ہو
عرش پر ساتھ مرا حور و ملائک نے دیا
وجد میں آ کے کبھی نعت جو دہرائی ہو
دلِ کی دھڑکن میں درودوں کے شگوفے مہکے
ہو نہ ہو جانؔ مدینے سے ہوا آئی ہو

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرزِ حکمرانی

علامہ سید ساجد علی نقوی

جب ہم امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کی شہادت کی وجوہات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو امیر المومنین کی ذات اور جسم سے دشمنی نہیں تھی بلکہ ان کی فکر اور اصلاحات سے عداوت تھی جو کہ علی ابن ابی طالب نے سیاسی، معاشی اور معاشرتی میدانوں میں کی تھی۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ امیر المومنینؑ کی شہادت ایک شخص یا فرد کی نہیں بلکہ ایک سوچ، فکر اور نظریے کی شہادت ہے۔

آج ہم اگر عادلانہ نظام کی بات کرتے ہیں تو ہمارے سامنے حضرت علیؑ کی عادلانہ حکومت کے بے شمار نمونے موجود ہیں۔ امامت کے لئے منصوب ہونے کے باوجود آپؑ نے حکمرانی عوام کے بے پناہ اصرار پر قبول فرمائی۔ عوام کا اصرار آپؑ کی بے پناہ عوامی مقبولیت اور عوامی اعتماد کی دلیل ہے اور یہی جمہوریت کی اصل روح ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں الٰہی اور جمہوری عہدے کے حامل ہونے کی وجہ سے اپنا منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے لیکن عاجزی کا ایک انداز ان کے اپنے فرمان میں ہے کہ:

''میں امیر المومنین کہلانے کا حق دار نہیں بن سکتا جب تک میں عوام کے دُکھ درد میں برابر کا شریک نہ بن سکوں۔''

یہی وجہ ہے کہ بر سر اقتدار آنے کے بعد انہوں نے کوئی امتیازی رویہ نہیں اپنایا اور کسی قسم کی مراعات کی رسم نہیں ڈالی، بلکہ میرٹ اور شفافیت کے رہنما اصول پیش کئے۔ آپؑ کی سیاست کا یہ امتیاز رہا ہے کہ امیر المومنینؑ نے حکومت کا حصول کبھی ہدف نہیں سمجھا بلکہ اپنے اصلی اور اعلیٰ ہدف تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیا۔ اس حوالے سے آپ کا ایک معروف قول ہے کہ:

''میرے نزدیک حکومت ایک پھٹے پرانے جوتے سے بھی کم ترجیثیت رکھتی ہے، مگر اس صورت میں جب اس کے ذریعے کسی حق کو قائم کرسکوں اور کسی باطل کا خاتمہ کرسکوں۔''

ذاتی نوعیت کے مسائل پر گفتگو کے لئے بیت المال کے چراغ کو ہٹا کر حضرت علیؑ اپنے گھر سے چراغ منگوانا، حکمرانوں کے لئے ایک روشن مثال ہے کہ ذاتی ضروریات پر قومی امانت کو صرف کرنا جائز نہیں۔ یہ فرامین حکمرانوں کے لئے روشن مثالیں ہیں کہ وہ گڈ گورننس قائم کرتے وقت کس طرح اپنی ذات پر قوم کو ترجیح دیتے ہیں اور انصاف کا قیام کسی مصلحت کے بغیر کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؑ کی طرف سے مالک اشتر کو گڈ گورننس کے حوالے سے ارسال کردہ ہدایات آج کے دور کے حکمرانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

آپؑ نے اپنی حکمرانی میں عدل کے قیام کی بھرپور کوشش کی۔ اس کا ثبوت یہ

ہے کہ قومی خزانے سے ہر شخص کو مساوی مواقع فراہم کرنے کا اصول سختی سے متعارف کرایا۔لُوٹی ہوئی قومی دولت کو ہر صورت میں واپس کرنے کے احتسابی عمل کی بنیاد رکھی۔قومی خزانے اور بیت المال کو اس انداز میں صرف کیا کہ ہر شخص بلاامتیاز اس سے استفادہ کر سکے۔انہوں نے کسی کو لُوٹ مار کرنے اور بدعنوانی کی اجازت نہ دی۔اس سلسلہ میں آپؑ کا مشہور فرمان ہے:

''اگر مجھے پتہ چل جائے کہ لُوٹی ہوئی قومی دولت کئی ہاتھوں تک منتقل ہو چکی ہے تو اس کو تب بھی واپس قومی خزانے میں پلٹا دوں گا۔''

امیر المومنینؑ نے بیت المال سے اپنے بھائی کو حصہ دینے کے بعد اپنے بھتیجوں کے خشک چہروں کو دیکھنے کے باوجود بقیہ مال قومی خزانے میں پلٹا کر اقربا پروری کو پاؤں تلے روندنے کی اعلیٰ مثال قائم کی۔آئین و قانون کی پابندی نہ کرنے والے عمالِ حکومت کو برطرف کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ کو اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے اور طول دینے کی فکر نہ تھی، بلکہ آئین و قانون کی بالادستی آپ کا مطمع نظر تھا۔

امیر المومنینؑ کی ذات مجموعۂ کمالات تھی۔ان کی فضیلت اور خصوصیات پر قرآنی آیات اور احادیث پیغمبر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔قرآنی تعلیمات اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعبیر کا مشاہدہ آپ کی سیرتِ عالیہ میں کیا جا سکتا ہے۔ آپ انسانی اخلاق اور فضائل و کمالات میں انسانِ کامل تھے۔لہٰذا ان کی زندگی کا ہر پہلو کمال کے متلاشی انسانوں کے لئے چراغِ راہ ہے۔چنانچہ قرآن اور سنت پر ایمان رکھنے والوں کو یہ دونوں چیزیں سیرتِ علیؑ میں تلاش کرنی چاہئیں کیونکہ پیغمبر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس فرمان میں فیصلہ فرما چکے ہیں کہ:

''علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔علیؑ خلوت و جلوت میں میرے ساتھ رہے۔''

آپ نے اسلام کی بنیاد پر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتہائی اہم، حساس اور دُوررَس اقدامات کیے اور زندگی کے سیاسی، معاشرتی اور عمومی اخلاقی میدانوں میں گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ حضرت علیؑ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کی سیرت کے ہر پہلو سے ہر انسان استفادہ کر سکتا ہے۔ایک عام مزدور سے لے کر ایک با اختیار حکمران تک کے تمام نمونے آپ کی حیاتِ طیبہ میں نظر آتے ہیں جبکہ ذاتی زندگی میں ایک فرماں بردار بیٹے، وفادار بھائی، ذمہ دار شوہر اور قابلِ تقلید باپ کی حیثیت سے آپ کا عمل ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے۔لہٰذا ہمیں امیر المومنینؑ کی سیرت اقدس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

☆☆☆☆

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ

محمد سہیل قیصر ہاشمی

☆حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مکہ معظمہ میں بعثت سے گیارہ سال پہلے 599ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبید اللہ بن عثمان کنیت ابو محمد اور لقب طلحہ الخیر، طلحہ الجواد، طلحہ الفیاض تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت حصبہ بنت عبد اللہ تھا۔ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تبلیغ سے اسلام لائے۔ غزوۂ اُحد میں آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپر تھے۔ جب کوئی تیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتا تو اس کو اپنے دونوں ہاتھوں یا جسم پر روکتے یہاں تک کہ ایک ہاتھ شل ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''طلحہ کے لئے جنت واجب ہو گئی'' اور طلحہ الخیر کے لقب سے نوازا۔ حضرت طلحہؓ کو غزوہ حنین میں طلحہ الجواد اور غزوہ تبوک کے موقع پر طلحہ الفیاض کے لقب دیے گئے۔ حضرت طلحہؓ 10 جمادی الثانی 36ھ ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

☆حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کا اصل نام عامر کنیت ابو عبیدہ اور لقب امین الامت تھا۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ بن الجراح تھا۔ آپ مکہ میں 583ء میں بعثت سے ستائیس سال قبل پیدا ہوئے۔ غزوہ اُحد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے اور ایک ضرب سے خود کی کڑیاں آنکھ کے نیچے رُخسار میں گھس گئیں تھیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں نکالنا چاہتے تھے کہ حضرت ابو عبیدہ الجراح نے کہا کہ میں انہیں نکالتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے منہ سے ایک کڑی پکڑی اور آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی اور کھینچ کر نکال دی مگر اس کوشش میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا ایک نچلا دانت گر گیا۔ ان کے بعد دوسری بھی کھینچی تو ان کا دوسرا دانت بھی گر گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی رحلت سے قبل فرمایا کہ اگر حضرت ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں اپنا خلیفہ نامزد کرتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امین الامت کا لقب عطا فرمایا تھا۔ آپؓ شام کے محاذ پر 18 ہجری میں طاعون کی مرض سے 85 سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

☆حضرت عبد الرحمنؓ بن عوف

حضرت عبد الرحمنؓ بن عوف تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دومتہ الجندل کی طرف بھیجا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور دونوں شانوں کے درمیان عمامہ کا شملہ لٹکا دیا اور ان سے فرمایا کہ تم کو اللہ فتح دے تو وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کر لینا۔ فتح ہوئی اور وہاں کے رئیس (بادشاہ)

اصبح بن ثعلبہ کی بیٹی تماضرؓ سے نکاح کر لیا تھا۔ایک دفعہ سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔غزوہ احد میں ان کے دو دانت آگے کے شہید ہو گئے اور ایک زخم شدید ان کے پاؤں پر لگا جس کی وجہ سے یہ لنگڑا کر چلتے تھے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا انتقال مدینہ میں 32ھ میں 75 سال کی عمر میں ہوا۔نماز جنازہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔

☆حضرت زبیر بن العوامؓ

حضرت زبیرؓ کی مکہ میں 595ء میں ولادت ہوئی۔آپ کی کنیت ابو عبداللہ والد کا نام العوام اور والدہ کا نام حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب تھا۔حضرت زبیر بن العوام غزوہ بدر میں زرد رنگ کا عمامہ باندھ کر شریک ہوئے۔ان سے 38 حدیثیں مروی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھوڑے دوڑنے کے برابر زمین عطا کی تھی۔آپ کا لقب حواریٔ رسول تھا۔جنگ جمل میں مقام وادیٔ سباع میں گھوڑے سے اتر کر نماز میں مشغول تھے، سجدہ کی حالت میں ابن جرموز نے ان کو قتل کر دیا۔ وہیں مدفون ہوئے۔آپ کی شہادت 10 جمادی الاول 36ھ بروز جمعرات بعمر ستر سال ہوئی۔

☆حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ

حضرت حسانؓ بن ثابت شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔آپ کی کنیت ابو الولید آپ کے والد کا نام ثابت اور والدہ کا نام حضرت فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بنی خزاج تھا۔حضرت حسانؓ کی پیشانی میں بال تھے جن کو دونوں آنکھوں کے درمیان چھوڑے رہتے تھے اور اپنی زبان سے ناک کے سرکو چھو لیتے تھے۔ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور اسی قدر اسلام میں۔حضرت حسانؓ بن ثابت نے کسی غزوہ یا سرایا میں حصہ نہیں لیا۔حضرت حسانؓ بن ثابت کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا تھا، پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر کہتے۔ آپ کا انتقال 55 ہجری میں 120 سال کی عمر میں ہوا۔

☆حضرت حذیفہؓ بن ایمان

حضرت حذیفہؓ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب صاحب السر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔آپ کے والد کا نام حضرت حسیل ایمانؓ اور والدہ کا نام حضرت ربابؓ بنت کعب اشہلی تھا۔حضرت حذیفہؓ نے اپنے والد، والدہ اور چچا حضرت صفوانؓ کے ساتھ ہجرت سے قبل مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔حضرت حذیفہؓ کا لقب صاحب السر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے تھا کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تخصیص کے ساتھ نام بتا دیئے تھے اور انہوں نے اس کو آخری وقت تک رازداری سے رکھا تھا۔حضرت حذیفہؓ مدائن کے گورنر بھی رہے۔آپ کا انتقال 36 ہجری میں مدائن میں ہوا۔

☆حضرت ابوذر غفاریؓ

حضرت ابوذر غفاریؓ کے والد کا نام جنادہ اور والدہ کا نام رملہ بنت ربیعہ تھا اور ان کا تعلق قبیلہ غفار سے تھا۔اسلام لانے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔سب سے پہلے مکہ میں علی الاعلان تبلیغ اسلام کرنے والے تھے۔آپ راز دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔حضرت ابوذر غفاری مدینہ آنے کے بعد بیشتر وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارتے اور خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کا محبوب مشغلہ تھا۔اسی خدمت کی وجہ سے آپ کو خلیل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ملا۔حضرت ابوذر غفاریؓ کا انتقال 32 ہجری میں ربذہ کے مقام پر ہوا۔

☆حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔آپ کے والد کا نام مسعود اور والدہ حضرت ابوعبدؓ کی بیٹی عبدو بن سواء تھیں۔ اسلام لانے میں ان کا چھٹا نمبر ہے۔ان سے 848 حدیثیں مروی ہیں۔آپ صاحب اسواء و اسواک کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور مستعمل تکیہ تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا پہنایا کرتے تھے یعنی آپ صاحب النعلین تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انتقال 32 ہجری میں مدینہ میں ہوا۔نمازِ جنازہ حضرت عثمان غنیؓ نے پڑھائی۔

☆حضرت خالد بن ولیدؓ

حضرت خالد بن ولید مکہ میں بعثت کے سات سال پہلے 603 عیسوی میں پیدا ہوئے۔آپ کی کنیت ابوسلیمان اور والد کا نام ولید بن مغیرہ تھا۔جبکہ آپ کی والدہ کا نام حضرت لبابتہ الصغریٰؓ بنت حارث ہلالیہ تھا۔غزوہ موتہ جمادی الاول 8 ہجری بمطابق اگست 629ء کو ہوا۔اس کے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ مقرر ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو الوداع کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو امیرِ لشکر حضرت جعفر بن ابی طالب ہوں گے۔ان کے شہید ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ سپہ سالار ہوں گے اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو باہم مشورہ سے جس کو مرضی امیرِ لشکر بنا لینا۔جب تینوں شہید ہو گئے تو باہم مشورہ سے حضرت خالد بن ولید کو امیر لشکر بنایا گیا اور اس کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں صحابہؓ کو جمع کر کے غزوہ کے بارے میں بتایا اور شہدا کے بارے میں بتاتے ہوئے دونوں آنکھوں سے اشک رواں تھے۔پھر ارشاد فرمایا کہ اب ان کے بعد سیف من سیوف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے علمِ اسلام سنبھالا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا۔اس روز سے ان کا لقب سیف اللہ ہوا۔اس موقع پر ان کے ہاتھوں نو تلواریں ٹوٹیں۔حضرت خالد بن ولید نے مدعیان نبوت مسلیمہ کذاب و مالک بن نوہرہ کو قتل کیا۔آپ سے دس حدیثیں مروی ہیں۔ ساری عمر شہادت کی تمنا لئے 41 سال کی عمر میں 21 ہجری کو حمص میں طبعی طور پر فوت ہوئے۔

☆☆☆☆

عیدالفطر

پروفیسر ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن بغدادی

عید کی وجہ تسمیہ

عید کو عید اس لئے کہا جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف فرحت، شادمانی بار بار لاتا ہے۔ یعنی عید اور عود ہم معنی ہیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو منافع احسانات اور انعامات حاصل ہوتے ہیں۔ عید کے دن چونکہ بندہ گریہ زاری کی طرف لوٹتا ہے اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ بخشش وعطا کی جانب رجوع فرماتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بندہ اطاعتِ الٰہی سے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتا ہے اور فرض کے بعد سنت کی طرف پلٹتا ہے۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ماہِ شوال کے چھ روزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔ عید کی وجہ تسمیہ کے متعلق بعض علماء کا کہنا ہے کہ عید اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن مسلمانوں سے کہا جاتا ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ ''اب تم مغفور ہو کر اپنے گھروں اور مقامات کی طرف لوٹ جاؤ''۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس کو عید اس لئے کہا گیا کہ اس میں وعدہ وعید کا ذکر ہے، باندی اور غلام کی آزادی کا دن ہے۔ حق تعالیٰ اس دن اپنی قریب اور بعید مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ کمزور و ناتواں بندے اپنے رب کے سامنے گناہوں سے توبہ اور رجوع کرتے ہیں۔

حضور ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب عید کا دن ہوتا ہے اور لوگ عیدگاہ کی طرف جاتے ہیں تو حق تعالیٰ ان پر توجہ فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو! تم نے میرے لئے روزے رکھے، میرے لئے نمازیں پڑھیں، اب تم گھروں میں اس حال میں جاؤ کہ تم بخش دیئے گئے ہو۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے، عیدالفطر کی رات میں پورا پورا اجر عطا فرما دیتا ہے اور عید کی صبح فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور ہر گلی، کوچہ اور بازار میں اعلان کر دو۔ (اس آواز کو جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے) کہ محمد ﷺ کے امتیو! اپنے رب کی طرف بڑھو، وہ تمہاری تھوڑی نماز کو قبول کر کے بڑا اجر عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت کسی دعا اور کسی حاجت کو رد نہیں فرماتا اور کسی گناہ کو معاف کئے بغیر نہیں چھوڑتا اور لوگ اپنے گھروں کو مغفور ہو کر لوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا

ہے۔ اے میرے فرشتو! فرشتے لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو جاتے ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس مزدور کی اجرت کیا ہے جو اپنا کام پورا کرے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اے ہمارے معبود! اے ہمارے آقا! اس مزدور کو پوری پوری اجرت دی جائے۔ رب جلیل فرماتے ہیں! اے میرے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے روزوں اور نمازِ شب کا اجر اپنی خوشنودی اور ان کے گناہوں کی مغفرت بنا دیا۔ پھر فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، اپنی عزت وجلال کی قسم، آج تم اپنی مغفرت کے لئے مجھ سے مانگو گے میں وہ تم کو ضرور دوں گا اور جو کچھ دنیا کے لئے مانگو گے اس کا لحاظ رکھوں گا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! جب تک تم میرے احکامات کی حفاظت کرو گے (بجالاؤ گے) میں تمہاری خطاؤں اور لغزشوں کی پردہ پوشی کرتا رہوں گا اور تم کو ان لوگوں کے سامنے جن پر شرعی سزا واجب ہو چکی ہے رُسوا نہیں کروں گا۔ جاؤ تمہاری بخشش ہو گئی، تم نے مجھے راضی کیا، میں تم سے راضی ہو گیا۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں۔ فرشتے یہ خوشخبری سن کر خوش ہو جاتے ہیں اور ماہِ رمضان کے خاتمے پر امتِ محمدیہ ﷺ کو خوشنودیٔ خدائے قدوس کی خوشخبری پہنچاتے ہیں۔ عید کا تصور ہر امت میں موجود تھا۔

مومن اور کافر کی عید میں فرق

عید کی خوشی منانے میں مومن اور کافر دونوں برابر شریک ہیں، یعنی کافر بھی (اپنی) عید کی خوشی مناتا ہے اور مومن بھی، لیکن کافر کی عید شیطان کی خوشنودی کے لئے ہے اور مومن کی عید اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ مومن عید کے لئے (عید گاہ) جاتا ہے تو اس کے سر پر ہدایت کا تاج (مزین) ہوتا ہے، حیا اور شرم کی علامتیں آنکھوں میں عیاں ہوتی ہیں اور کان حق سننے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ زبان پر توحید کی شہادت اور دل میں معرفت ویقین ہوتا ہے۔ اس کے شانوں پر اسلام کی چادر اور کمر میں اطاعت کا پٹکا ہوتا ہے۔ اس کا مقام اور منزل خانقاہ اور مسجد ہوتی ہے۔ اس کا معبود بندوں اور ساری مخلوق کا رب ہوتا ہے۔ وہ اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہے، اسی سے مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس کی پزیرائی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مقامِ عزت اور جنت میں داخل فرمادے گا۔

کافر عید کو جاتا ہے۔ تو اس پر نامرادی اور گمراہی کا تاج ہوتا ہے۔ کانوں پر غفلت کا پردہ اور حجاب پڑا ہوتا ہے، آنکھیں بے حیائی اور خواہشاتِ نفسانی کا پتہ دیتی ہیں۔ زبان پر بدبختی اور کذب کی مہر لگی ہوتی ہے۔ دل پر جہل وانکار کا اندھیرا چھایا ہوتا ہے۔ کمر میں بدبختی کا پٹکا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کٹ جانے کے ہیبت ناک گڑھے درمیان میں حائل ہوتے ہیں (ایسے گڑھے جو اللہ اور اس کے درمیان حائل ہوتے ہیں) ان کی نشست وبرخاست کی جگہیں گرجے اور آتشکدے ہوں گے، اس کے معبود بت ہوں گے، آخر کار ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔

عید منانے کا اسلامی طریقہ

عید پر عمدہ اور اچھا لباس پہننے، عمدہ اور لذیذ کھانا کھانے سے عید نہیں ہوتی ہے بلکہ مسلمان کی عید ہوتی ہے۔ اطاعت وبندگی کی علامت کے ظاہر ہونے سے، گناہوں اور خطاؤں سے دوری سے، سیات کے عوض حسنات کے حصول سے، درجات کی بلندی کی بشارت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلعتیں، بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے سے، نورِ ایمان سے سینہ کی روشنی سے، قوت ویقین اور دوسری نمایاں علامات کے سبب سے، دل میں سکون پیدا ہو جانے سے، علوم و

فنون اور حکمتوں کا دل کے اتھاہ سمندر سے نکل کر زبان پر رواں ہو جانے سے عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔

عید کے دن حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ اس وقت بھوسی کی روٹی کھا رہے تھے۔اس نے عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے اور آپ چوکر (بھوسی) کی روٹی کھا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا ''آج عید تو اس کی ہے جس کا روزہ قبول ہو، جس کی محنت قبول ہو اور اس کے سارے گناہ بخش دیئے گئے ہوں۔آج کا دن بھی ہمارے لئے عید کا دن ہے اور کل بھی ہمارے لئے عید ہو گی اور ہر وہ دن ہمارے لئے عید کا دن ہے جس دن ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔

پس ہر صاحب عمل وشعور کے لئے مناسب زیبا ہے کہ عید کے ظاہر پر نظر رکھنے سے باز آجائے۔ظاہر پر فریفتہ نہ ہو بلکہ عید کو عبرت اور غور وفکر کی نگاہ سے دیکھے۔عید کے دن کو قیامت کا دن سمجھے اور شب عید میں شاہی نقارہ کی آواز کو صور کی آواز سمجھے۔ جب لوگ عید کے انتظار میں تیاری کر کے رات کو سو جاتے ہیں تو ان کی اس حالت کو ایسا سمجھے جیسا کہ صور کے دو نفخوں کے درمیان خواب کی حالت ہو گی۔عید کی صبح لوگوں کو اپنے اپنے محلوں اور گھروں سے نکلتے دیکھے' ان کو رنگ برنگ لباس ،طرح طرح کے زیورات میں لپٹا خوشی سے جھومتا دیکھے تو خیال کرے کہ اہل معصیت غم زدہ ہیں اور اہل تقویٰ خوش و خرم ہیں۔ مشرکوں اور مجرموں پر خدا کی پھٹکار برس رہی ہے، وہ منہ کے بل اوندھے پڑے رینگ رینگ کر چل رہے ہیں، متقی سواریوں پر سوار ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا''

ترجمہ:۔رحمٰن کی طرف ہم اہل تقویٰ کو سوار کر کے لے جائیں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے اونٹوں کی طرح ہانک کر لے جائیں گے۔

اس دن ہر زاہد و عابد وابدال اپنے حقیقی بادشاہ اور محبوب کے پاس عرش کے سایہ میں آرام وسکون میں ہوگا۔ ہر ایک کے جسم پر لباس اور زیور ہوگا، چہرے پر معرفت و اطاعت کے انوار ہوں گے اور اس کی تازگی اور جھلک نمایاں ہو گی ۔سامنے نعمت کے دستر خوان بچھے ہوں گے'اس پر طرح طرح کے کھانے ،مشروب اور پھل رکھے ہوں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہو چکے گا۔ اس وقت وہ اپنی اپنی منزلوں (قیام گاہوں) میں جنت کے اندر چلے جائیں گے' جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہیں۔ جنت میں ہر مرغوب طبع چیز موجود ہوگی، ہر چیز وہاں کی جاذبِ نظر ہو گی۔ وہاں کی نعمتیں ایسی ہوں گی کہ آنکھوں نے ان جیسی نعمتیں دیکھی ہوں گی اور نہ کانوں نے سنا ہوگا' بلکہ کسی شخص کے دل میں ان کا تصور بھی نہ آیا ہو گا۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانو یعملون''

ترجمہ:۔کوئی نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کی جزا میں اہل جنت کے لئے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیسی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

اور جو دنیا کے طلب گار ہیں تو وہ گریہ وزاری اور رنج والم میں مبتلا ہوں گے، اہلِ جنت جن راحتوں سے ہمکنار ہوں گے' ان راحتوں اور آسائشوں کا دروازہ ان کے لئے بند رہے گا، کیونکہ ان کو مال ومتاع سے رغبت تھی ،حرام اور مشتبہ مال کھاتے تھے اور

اپنے رب کی عبادت میں گڑ بڑ کرتے رہتے تھے۔ وہ اہلِ جنت کے مراتب دیکھیں گے مگر ان تک پہنچ نہ سکیں گے، جب تک وہ ان حقوق سے عہدہ برآں نہ ہو جائیں گے جو ان کے ذمہ ہیں۔

اب رہے کافر، تو وہ طرح طرح کے عذاب، ذلت وخواری، تباہی اور بربادی، دوزخ کے دوامی عذاب کو محسوس کر کے موت اور ہلاکت کی آرزو کریں گے مگر ان کو موت نہیں آئے گی۔

جب مسلمان عید کے دن قومی (شاہی) پھریروں کو لہراتا اور جھنڈوں کو سر بلند دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس وقت کو یاد کرے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی اونچے نشان والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لئے پکارے گا اور جب وہ (عیدگاہ میں) نمازیوں کی درست صفیں (جن میں بہت سے لوگ شریک ہیں) دیکھے تو یاد کرے کہ (کل) قیامت کے دن تمام مخلوق اللہ کے سامنے اسی طرح کھڑی ہوگی کہ بڑے لوگ الگ قطاروں میں کھڑے ہوں گے اور تمام ڈھکی چھپی باتیں اسی روز ظاہر ہو جائیں گی۔

عید کی نماز سے فارغ ہو کر لوگ عیدگاہ سے لوٹتے ہیں، کوئی گھر کو جاتا ہے کوئی دوکان کو اور کوئی مسجد کو! تو اس وقت یہ حالت دیکھ کر مسلمان کو چاہیے کہ اس منظر اور کیفیت کو یاد کرے کہ اس طرح قیامت میں جزاوسزا والے بادشاہ کے حضور سے جنت اور دوزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گے، جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"ویوم تقوم الساعة یومئذ یتفرقون فریق فی الجنة وفریق فی السعیر"

ترجمہ: قیامت قائم ہونے کا دن یاد کرو، اس روز لوگوں کے گروہ دو بن جائیں گے۔ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں چلا جائے گا۔

الغرض اللہ رب العزت ہمیں حضور ﷺ کے نعالینِ پاک کے تصدق سے عیدالفطر کی سچی خوشیاں نصیب فرمائے۔

(آمین)

☆☆☆☆

عید کو عید اس لئے کہا جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف فرحت، شادمانی بار بار لاتا ہے۔ یعنی عید اور عود ہم معنی ہیں۔

ڈاکٹر حفیظ الرحمن بغدادی

بچوں کے ادب میں علامہ اقبال کا مقام

ڈاکٹر محمود الرحمٰن

شاعرِ مشرق، مفکرِ پاکستان، علامہ اقبال ارفع و اعلیٰ شاعری کے علم بردار ہیں۔ انہوں نے صنفِ سخن کو نُور و نکہت عطا کی ہے۔ اسے عظمت و رفعت عطا کرنے میں یہ پیش پیش رہے ہیں۔ علامہ اردو کے واحد شاعر ہیں جنہیں عالمی سطح پر امتیازی مقام حاصل ہوا ہے۔ جن کے کلام کے ترجمے دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ہوئے ہیں۔ ہر محقق نے انہیں موضوعِ تحقیق بنایا اور ہر نقاد نے ان کی شاعرانہ عظمت کو دائرہ نور میں لانے کی سعی کی ہے۔ ہر سکالر نے ان کے فلسفیانہ خیالات کی تشریح کو اپنا مشن بنایا۔

اس بلند مرتبت شاعر نے بچوں کے ادب کو بھی فراموش نہیں کیا۔ علامہ اقبال کی لکھی ہوئی ایسی سولہ نظمیں ہمیں مل جاتی ہیں جو خصوصی طور پر بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں اور جو ننھے قارئین کے مزاج و مذاق سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔

ان نظموں کو برصغیر پاک و ہند کے اردو داں بچوں نے نہ صرف ستر اسّی سال قبل نہایت ذوق و شوق سے پڑھا تھا بلکہ آج بھی نئی نسل کو علامہ کی لکھی ہوئی یہ نظمیں محظوظ کر رہی ہیں۔ ننھے منے قاری ان نظموں کو نہ صرف یاد رکھتے ہیں بلکہ ان کے خالق (اقبال) سے بھی بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ نوعمر قارئین علامہ اقبال کو فقط اپنا ہی شاعر سمجھتے ہیں جنہوں نے ان کے لئے ''ایک مکڑا اور مکھی'' ''ایک پہاڑ اور گلہری'' ''ایک گائے اور بکری'' ''جگنو'' اور ''پرندے کی فریاد'' جیسی عمدہ نظمیں تحریر کیں، اور وہ اس مصرع کو تو بھولتے ہی نہیں

ع لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری

وہ نہ جانے کب سے یہ مصرع سن رہے ہیں اور نہ جانے کب سے ان کے معصوم لبوں پر اقبال کی دعا متحرک ہے۔ بچے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ایسی پیاری پیاری نظمیں لکھنے والے ''اقبال'' صرف ان ہی کے شاعر ہیں اور بس! اردو فارسی شاعری میں ان کا کیا مقام ہے، اس سے وہ ناواقف ہیں۔ علامہ ایک بہت بڑے مفکر تھے، بچے یہ بھی نہیں جانتے۔ اقبال نے انسانیت کو بلند کرنے کے لئے شعر و نغمہ سے جو کام لیا ہے وہ اس سے بھی آشنا نہیں۔ بچے تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ اقبال ان کے اپنے شاعر ہیں اور ان ہی کی زبان میں شعر کہتے ہیں۔

علامہ اقبال کو بچوں کے ادب میں جو امتیازی مقام حاصل ہے اور ننھے قارئین کے دلوں میں وہ جس طرح گھر کر گئے ہیں اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ انہوں نے ایسے عنوانات چُنے اور ایسے موضوعات منتخب کئے جو بچوں کے پسندیدہ ہیں۔ جن سے وہ بخوبی آشنا ہیں۔ یہ وہ موضوعات ہیں جو اُن کے لئے اجنبی نہیں ہوتے۔ وہ انہیں جانتے، بوجھتے اور سمجھتے ہیں۔

علامہ اقبال اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ بچے جانوروں سے بخوبی مانوس ہوتے ہیں۔انہیں اپنے گھر کا ہی فرد سمجھتے ہیں۔وہ گائے، بکری، مکھی، گھوڑا، شہد کی مکھی، جگنو اور گلہری کو شروع سے ہی دیکھتے چلے آرہے ہیں۔اسی خیال کے پیش نظر علامہ نے انگریزی کی ان نظموں کو جو ان موضوعات پر مشتمل تھیں، اردو کا جامہ پہنایا۔ بایں ہمہ اس بات کا بھی لحاظ رکھا کہ ترجمہ، ترجمہ نہ رہے۔یہاں یہ بات واضح کردی جائے کہ اقبال کے کلام میں انگریزی سے ترجمہ شدہ جو نظمیں ملتی ہیں، اگر ان پر یہ جملہ "انگریزی سے ماخوذ" درج نہ ہو تو کسی قاری کے وہم وگمان میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا کہ یہ اقبال کی طبع زاد نظمیں نہیں۔گویا یہ علامہ کے فن ترجمہ نگاری پر عبور کی نمایاں مثال ہے۔

اقبال کے ادب الاطفال میں صرف موضوعات کا ہی صحیح انتخاب نہیں بلکہ اسلوبِ بیان کا حُسن بھی ہے۔بچوں کے لئے نظمیں سیدھے سادے انداز میں اور آسان و عام فہم زبان میں لکھی جانی چاہئیں۔اقبال اس راز سے آشنا تھے لیکن وہ اپنی نظموں کو اتنی آسان بھی نہیں بنادیتے کہ مولانا الطاف حسین حالی کی نظموں کی طرح بے مزہ معلوم ہوں۔وہ جانتے تھے کہ بچہ نغمہ اور لے کا دلدادہ ہوتا ہے۔اسی لے اور نغمگی کی خاطر انہوں نے مترنم بحروں کا انتخاب کیا اور ساتھ ہی ساتھ ایسے الفاظ بھی استعمال کئے جو ترنم سے بھرپور تھے۔حُسن، لوچ اور نغمگی کے باعث ان کے اشعار بچوں کے دیدہ ودل کو مسحور کرلیتے ہیں، خواہ ایسے اشعار میں "کاشانہ ء چمن" "سالارِ کارواں" اور "حُسنِ قدیم" کی مشکل اضافتیں ہوں یا "زندگی شمع کی صورت" اور "شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا" جیسی ترکیبیں مستعمل ہوئی ہوں۔معنی اور مطلب سے ناآشنا ہونے کے باوجود بچے اقبال کی نظموں کو اپنے سینے میں سمیٹ لیتے ہیں۔اس لئے کہ ان میں موسیقیت کی لہریں موجزن ہیں۔

بچوں کو مکالماتی انداز بھی بے حد پسند ہے۔وہ دو اشخاص کی گفتگو کو بڑے شوق اور انہماک سے سنتے ہیں۔لہٰذا بچوں کے اس رجحان اور نفسیات کو ملحوظ رکھ کر زیادہ تر ایسی چیزیں لکھی جاتی ہیں جن میں مکالمے کا انداز موجود ہو۔بات چیت کا یہ انداز علامہ اقبال کی نظموں میں بھی پایا جاتا ہے۔ان کی زیادہ تر نظمیں دو جانوروں کی گفتگو پر مشتمل ہوتی ہیں۔دراصل نصیحت کرنے کا یہ ایک دلچسپ طریقہ ہے۔ہم جانتے ہیں کہ بچے پندو موعظت کو پسند نہیں کرتے، لیکن بچوں کی تعلیم وتربیت بھی ضروری ہے۔اسی خیال کے پیش نظر مکالماتی انداز اختیار کیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے بچے نہایت کارآمد باتیں غیرشعوری طور پر سیکھ لیتے ہیں۔اس طرح ان کے نازک ذہن پر پندو نصیحت کی خشکی کا بار بھی نہیں پڑتا۔

علامہ اقبال محض شاعر اور فلسفی ہی نہ تھے، ماہرِ تعلیم بھی تھے۔وہ بچوں کی اس ذہنیت سے بخوبی واقف تھے۔لہٰذا انہیں مذموم ومضرِ اخلاق عادتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے مکالماتی اندازِ بیان اختیار کرتے ہیں۔مثلاً "کبر و غرور" نہایت بُری شے ہے۔وہ بچوں کو اس مخربِ اخلاق عادت سے بچانے کے لئے "پہاڑ اور گلہری" کا سہارا لیتے ہیں۔پہاڑ اپنے آپ کو نہایت بلند مرتبت اور ارفع و اعلیٰ سمجھتا ہے۔اس میں غرور کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، اس کے برعکس گلہری کی ہستی ادنیٰ وحقیر ہے۔پہاڑ کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔یعنی ساری شان وشوکت پہاڑ کے لئے مخصوص ہے۔لیکن اسی کمتر گلہری نے پہاڑ کے غرور

تکبر کی چٹانوں کو یہ کہہ کر پاش پاش کر دیا:

ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا، یہ اس کی حکمت ہے
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اس نے
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
نری بڑائی ہے، خوبی ہے اور کیا تجھ میں

اقبال بچوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ پہاڑ کے قد و قامت اور عظمت و سربلندی کے سامنے چھوٹی سی گلہری کی کیا حیثیت ہے۔ پہاڑ کا ایک ننھا سا ٹکڑا اسے ہلاک کر سکتا ہے.......... لیکن اس حقیقت کے باوجود گلہری کسی طور بھی پہاڑ سے ہیٹی اور کم مایہ نہیں! اس لئے کہ پہاڑ بلند و بالا ہونے کے باوجود وہ کام نہیں کر سکتا جسے گلہری سرانجام دے سکتی ہے، وہ خود کہتی ہے:

جو تو بڑا ہے تو مجھ سے ہنر دکھا مجھ کو یہ
چھالیا ہی ذرا توڑ کے دکھا مجھ کو

ظاہر ہے یہ کام پہاڑ سے نہیں ہو سکتا۔ وہ اتنا معمولی کام سرانجام دینے سے معذور ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر گلہری اسے سمجھاتی ہے کہ غرور کرنا ٹھیک نہیں۔ دنیا میں ہر شے کی قدر و قیمت ہے۔ خدا کے اس عظیم کارخانے میں کوئی چیز بھی بُری نہیں۔ ہر کسی میں کوئی نہ کوئی خوبی پنہاں ہے۔ چنانچہ گلہری کہتی ہے:

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

گلہری کا یہ جواب سن کر بچے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ بہت سی باتیں انہیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ علامہ اقبال بچوں کو براہِ راست کوئی نصیحت نہیں کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ یہ سبق سیکھ لیتے ہیں کہ انسان کو غرور زیبا نہیں۔ کسی بھی چیز کو حقیر و ذلیل نہیں سمجھنا چاہئے۔ غرض، غیر شعوری طور پر بچوں کو اخلاق کی تعلیم دینا ہی اقبال کا عین مقصدِ حیات تھا اور یہی بات علامہ کی دوسری نظموں سے بھی عیاں ہے۔

اقبال کی نظموں میں حُب الوطنی کا جذبہ بھی کارفرما ہے۔ "ترانۂ ملّی" اور "بچوں کا قومی گیت"، اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ علامہ کے یہاں زندگی اور اس کے رنگ و آہنگ کی جو فراوانی ہے، وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ ہر فرد میں انسان دوستی اور وطن پرستی کا رجحان نمایاں ہو۔ اقبال ایک حسین مستقبل کے پیغامبر تھے۔ اس درخشاں منزل تک پہنچنے کے لئے ہر انسان میں آزادی حاصل کرنے کی لگن اور وطن سے محبت کا جذبہ پیدا کرنا ضروری ہے۔

اقبال یہی لگن اور جذبہ بچوں میں بھی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے کہ درخشاں منزل تک پہنچنے والے وقت کے بوڑھے تو نہیں ہوتے، یہی نونہالانِ وطن ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی صحیح تعلیم و تربیت ضروری ہے۔ ان کے دلوں میں اخوت اور ملاپ کا رنگ پیدا کرنا لازمی ہے۔ انہیں حُب الوطنی اور انسان دوستی کا سبق سکھانا لابدی ہے۔

ان کے دلوں میں امنگ و آرزو کا طوفان پیدا کرنا ناگزیر ہے۔ ان کے سینوں میں جذبۂ آزادی کو متحرک کرنا بھی تقاضائے وقت ہے۔ خدمتِ خلق کی خواہش ابھارنا بھی واجب ہے۔

چنانچہ ان بچوں کے دلوں میں ان تمام خصوصیات کو ابھارنے اور ان کے بازوؤں میں شاہین کی قوت پیدا کرنے کے لئے اقبال نے نظمیں لکھیں۔ ان منظومات کے ذریعے علامہ نے ان معصوم قارئین کے سینوں میں حُب الوطنی کی جاگ پیدا کی۔ انہیں اپنے ملک و ملت کی قدر و منزلت کا احساس دلایا۔ انہوں نے بچوں کو یہ بھی باور کرایا کہ انسان کی خدمت کرنا، غریبوں کی

حمایت کرنا، بوڑھوں، لاچاروں اور بے بسوں سے محبت کرنا اور علم حاصل کرنا ان کا مقصدِ حیات اور نصب العین ہونا چاہئے۔ ان تمام امور کی تکمیل کے لئے ان کے دلوں میں اس نوع کا عزم و احساس ہونا ناگزیر ہے۔

دُور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے
ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا رب
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے، ضعیفوں سے محبت کرنا

مذکورہ بالا نیک جذبات ابھارنے کے بعد، شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال نے بچوں کو یہ "دعاء" بھی سکھائی، اس احساس کے پیشِ نظر کہ

"سَمِعَ اللهُ لِمَنْ دَعَاء"

اللہ نے دعاء کرنے والے کی پکار سُنی

یا

قرآن پاک میں مذکور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فقرہ:

"اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاء"

بے شک میرا رب قبول کرتا ہے دعاء کو

مرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو

آج سارے بچے سکول کا کام کرنے سے پہلے اپنے پروردگار سے یہی دعا مانگ رہے ہیں اور یہ وہ عظیم "ورثہ" ہے جو علامہ نے اردو داں بچے کو کئی دہائیاں قبل عطا کیا تھا.......... اور اکیسویں صدی میں بھی بچے اس ورثے کو مشعلِ راہ بنا کر ترقی و کامرانی کی شاہراہ پر گامزن ہیں اور یہ شعر نئی نسل کے دلوں میں عزم و ہمت کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہے:

لب پہ آتی ہے دعاء بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

☆☆☆☆☆

اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں
تُو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

اقبالؒ

جوانانِ ملت اور اقبالؒ کا شاہین

سیدہ طیبہ رباب

اقبال جوانانِ ملت کی خودی کی تکمیل کے لئے ان میں صفاتِ شاہین دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ فرد و ملت کی سربلندی کے خواب دیکھنے والے اس مردِ درویش نے اپنے خونِ جگر کی آمیزش سے کچھ ایسے نقش تمام کئے ہیں جو صفحۂ ہستی پر نقشِ دوام کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ ایک ایسا مُغنی جس کے نغمے دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔ جو ساقی بھی ہے اور مے خوار بھی، نغمہ گو بھی ہے اور نغمہ ساز بھی، جس کی ذات سمندر بھی ہے اور آبشار بھی۔ جس کا دل پُرسکون بھی ہے بے قرار بھی۔ اس نے اپنے فکر کی جولانیوں سے وجدان کی گہرائیوں کا سفر اختیار کیا اور اپنی وارداتِ قلبی کو تخیل کی پرواز سے آسمانِ فکر کی رفعتوں پر پہنچا کر اُفقِ شاعری پر اس طرح نمودار کیا کہ اقبال کی شاعری واقعی ''جزویست از پیغمبری'' بن گئی۔ اس تلمیذ رحمانی کی پاک زباں دلوں میں اُترتی چلی گئی اور اس کی صدا کی آبرو لازوال ہو گئی۔ بلاشبہ اقبال نے اپنے افکار کی دُنیا کا سفر کیا۔ ان کے نظریات کو اگر ان کے افکار کی دنیا کا سفرنامہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

اقبال نے اپنی ذات میں ڈوب کر ملت کے درد کو محسوس کیا اور اس درد کی مسیحائی کی حتی الامکان کوشش کی۔ اقبال کی شاعری کے آئینے میں انسان اور انسانیت کے سارے مسائل کا حل عرفانِ ذات میں پوشیدہ ہے۔ وہ انسان کو اس کی قوت اور عظمت کا احساس دلاتے ہیں۔

آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تُو راہرو بھی تُو راہبر بھی تُو منزل بھی تُو

اقبال کو شاہین کا استغنا بہت پسند ہے کہ شاہین آشیانہ نہیں بناتا:

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لئے ذلّت ہے کارِ آشیاں بندی

دولت کے انبار لگانا درویشی کی توہین ہے۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تُو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

اقبال درویش کے بارے میں کہتے ہیں:

درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمر قند

سوال نہ کرنا اقبال کے نزدیک غیرت اور استغنا کا تقاضا یہی ہے:

یہ استغنا ہے پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو
تجھے بھی چاہئے مثلِ حبابِ آبجو رہنا

شاہین کے استغنا کے متعلق سید عابد علی عابد ''شعرِ اقبال'' میں لکھتے ہیں:

''شاہین کہہ کر اقبال انسانِ کامل کے فقر کی طرف اشارہ کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اس فقر سے مراد ترکِ دنیا نہیں بلکہ وہ استغنا جو دنیاوی جاہ و جلال اور دنیاوی خوف سے بے نیاز ہو کر طلب اور جستجو کی منزلیں

طے کرتا ہے اور آخر تسخیرِ کائنات کے مقام پر پہنچتا ہے۔''

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

شاہین کی تیز نگاہی اقبال کے نزدیک بصیرت کی علامت ہے جو کہ مومن کی لازمی صفت ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

''مومن کی بصیرت سے بچو کہ وہ خُدا کے نُور سے دیکھتا ہے۔''

ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
روح ہے جس کی دم پرواز سرتا پا نظر

مسلمان فکری غلامی کا شکار ہے۔ اسلام کے لازوال نظریات کو چھوڑ کر مغرب کے کمزور اور کھوکھلے نظریات کی ظاہری چمک دمک سے مرعوب مسلمان انسانی آزادی کو پامال کر کے ذہنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ شاہین کی بلند پروازی آزادی کی ایک رمز ہے۔

پروفیسر عزیز احمد لکھتے ہیں:

''اس وسعت پرواز کے باعث حیات کی ایک اور بڑی قدر شاہین میں نمایاں ہوتی ہے۔ یہ آزادی ہے شاہین کی وسعتِ پرواز یا اس کی نشو نما محض آزادی کی حالت میں ممکن ہے ورنہ غلامی میں شاہین زاغ سے بھی زیادہ بزدل بن جائے گا۔ غلامی شاہین کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے۔

فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش

اقبال کمزور انسانوں کو زاغ و کرگس کہہ کر غیرت دلاتے ہیں اور نوجوانوں میں انقلابی روح پیدا کرنے کے لئے شاہین کی صفات سے متصف کرنا چاہتے ہیں تاکہ فرد و قوم ترقی کی منزل کی طرف گامزن رہیں، فرماتے ہیں:

عقابی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

اس سفر میں آشیاں کے کھونے کا غم نہیں بلکہ بلندیٔ پرواز منتہائے مقصود ہے۔

اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں
تُو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

اس زمانے کی مادی دوڑ نے انسان کو بلند صفات سے محروم کر دیا ہے اور اس کی نظر سطحی ہو کر رہ گئی ہے۔

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش

آج کے فریب خوردہ شاہین جو کرگسوں میں پلے ہیں انہیں راہ و رسم شاہبازی سیکھنے کے لئے خلوت نشینی کی ضرورت ہے تاکہ تسخیرِ فطرت کے مقام تک پہنچ سکیں اور تلاشِ رزق میں انسانیت سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں، اقبال فرماتے ہیں۔

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اقبال کو نوجوانوں کی تن آسانی خون کے آنسو رُلاتی ہے لیکن شہباز کے لئے شبابِ تن پروری کا نام نہیں۔ شاہین کی زندگی سخت کوشی سے تعبیر ہے، تن آسانی سے نہیں۔

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخ زندگانی انگبیں

شاہین کی یہ بلند پایہ صفات اس کی قوتِ حیات کی مظہر ہیں، یہ حیوانی قوت نہیں بلکہ ایسی زندہ قوت ہے جس سے انسانی روح عالم لاہوت کی بلندیوں تک پرواز کر سکتی ہے۔

ڈاکٹر یوسف حسین ''روح اقبال'' میں لکھتے ہیں:

''اقبال کے ہاں قوت و توانائی کی نوعیت حیوانی نہیں بلکہ رُوحانی ہے۔ اقبال دوسرے رومانیت پسندوں کی طرح قوتِ حیات کا قدردان ہے لیکن اسے اس کا شدید

احساس ہے کہ قوت کو حق بجانب ٹھہرانے کے لئے اخلاقی نظم وضبط کا پابند کرنا ہوگا۔"

فطری قوت کو تسخیر کائنات، حیاتِ انسانی کو حیاتِ جاودانی اور موت کو حیات سے ہمکنار کرنے کے لئے اقبال جہدِ مسلسل کا پیام دیتے ہیں۔ ٹھہر جانا موت اور مسلسل حرکت وعمل زندگی ہے۔ حرکت وعمل سے مراد روح کا ارتقا اور شریعتِ محمدیؐ پر عمل ہے اور اس راستے میں زندگانی کے نشیب وفراز کو طے کرنا ہمت اور حوصلے کا کام ہے۔ یقینِ محکم، عمل پیہم اور محبت فاتح عالم ہی ایسے ہتھیار ہیں جن سے کام لے کر انسان زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے اور تسخیر فطرت اور تسخیر کائنات کے بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ یہی مشکلات نشانِ منزل ہیں کہ ان کے بغیر انسان کو اپنی قوت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

خطر تاب و تواں را امتحاں است
عیارِ ممکناتِ جسم و جاں است

حاصل کلام یہ کہ اقبال نوجوانوں کی بلندیٔ پرواز کے خواہاں اور بے دینی، بے عملی سے گریزاں اور فرنگی تعلیم وتہذیب کی مذہب سے بے گانہ روش سے نالاں ہیں اور اسے سراسر غلامی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

خدا ہمارے جوانوں کو اقبال کی دعاؤں کا ثمر دے:

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال وپَر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے

اقبال کے تصورات اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں، شاہین کی صفات بھی انہیں اسی لئے پسند ہیں کہ یہ صفات ایک مسلمان کی شخصیت کو اسلامی قالب میں ڈھال سکتی ہیں، چونکہ نوجوانی میں شخصیت زیرِ تکمیل ہوتی ہے اس لئے اقبال نے اکثر نوجوانوں کو ہی مخاطب کیا ہے اور پھر آج کا نوجوان تو خاص ہمدردی کا مستحق ہے۔ جبکہ مادیت کا طوفان اسے اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے اور ایک ایسا ہی طوفان اس کے باطن میں برپا ہے جو خارج کا ردِ عمل بھی ہے اور عہدِ شباب کا حصہ بھی۔ اقبال فرماتے ہیں۔

سادہ و پُر سوز ہے دُخترِ دہقان کا گیت
کشتیٔ دل کے لئے سیل ہے عہدِ شباب

اسی سیلاب پر بند باندھنے کے لیے اقبال بے تاب ہیں۔ ظاہر و باطن کی تاریکیوں میں بھٹکتے ہوئے نوجوانوں کے لئے قندیل رہبانی ہیں۔ اگر عہد شباب کی منہ زور قوت اور انسانی شخصیت کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہوئی مادی اقدار کا مقابلہ روحانی اقدار سے نہ کیا جائے تو اس کا نتیجہ تباہی کی صورت میں نکلتا ہے اور یہ قوت انسان کو کمزور کر کے مرگِ مفاجات کی سزا دیتی ہے۔ اقبال مادی یا جسمانی قوت کے مقابلے میں روحانی قوت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک روحانی قوت کے حصول اور روح کی نگہداشت کے بغیر مسلمان دنیا میں غلبہ حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ بلند مقام اعلیٰ صفات پیدا کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

انسانی شخصیت اور کائنات کی تسخیر کے لئے ایک زبردست قوت درکار ہے جس کی توضیح کے لئے اقبال شاہین کی صفات بیان کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ اقبال نے نرم خُو پرندوں کو چھوڑ کر ایک خونخوار اور چیر پھاڑ کرنے والے پرندے کا استعارہ استعمال کیا ہے جو کہ تباہی کا موجب بن سکتا ہے۔ لیکن یہ ان کی خام خیالی اور کوتاہ نظری ہے۔ اقبال تو شاہین کی سی قوت کو اخلاقی اقدار اور اعلیٰ صفات کی

تسخیر کے لئے استعمال کرتے ہیں اور قوت کا مقابلہ قوت سے کیا جاتا ہے۔ قوت بذاتِ خود منفی نہیں اس کا استعمال مثبت یا منفی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شاہین مضبوط اور طاقتور استعارہ ہے۔ غیرت مند، بلند پرواز کسی کا مارا شکار نہیں کھاتا۔

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور
حکیم سرِ محبت سے بے نصیب رہا
اُڑا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں وار
شکارِ زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلندیٔ پرواز
خراب کر گئی شاہین بچے کو صحبتِ زاغ

اقبال نے کم ہمتی اور پستی کو زاغ سے تعبیر کیا ہے، بلندی پروازی کے لئے بُری صحبت سے بچنا بہت ضروری ہے۔

پروفیسر عزیز احمد ''اقبال نئی تشکیل'' میں رقم طراز ہیں۔

''شاہین کو یہ نصیحت کو وہ کبوتر یا زاغ و کرگس کی صحبت سے احتراز کرے۔ دراصل فقر کا یہ عمل ہے کہ باطل کی صحبت سے احتراز کرے، یہ احتراز عارضی ہے اور خودی کی نشوونما کے ایک خاص مرحلے پر ضروری ہے جب خودی کی نشوونما ہو چکتی ہے تو درویش پھر انسانوں میں اپنی صحیح جگہ تلاش کرتا ہے اور ان کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔''

غیرت دلانے کا انداز دیکھئے:

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے
تری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری
تری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفان سے
ناخدا تُو، بحر تُو، کشتی بھی تُو، ساحل بھی تُو
وائے نادانی کہ تُو محتاجِ ساقی ہو گیا
مے بھی تُو، مینا بھی تُو، ساقی بھی تُو، محفل بھی تُو
شعلہ بن کے پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو
بے خبر تُو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تُو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اقبال کے نظریات کا بنیادی فلسفہ خودی ہے، خودی کی تکمیل کے لئے انہوں نے مردِ مومن کا تصور دیا ہے۔ اس کا سب سے مضبوط استعارہ شاہین ہے۔ اقبال جب نوجوانانِ ملت کی شخصیت کی تعمیر و تکمیل کا خواب دیکھتے ہیں تو اس کی تعمیر کے لئے دوسرے پرندوں کی بجائے شاہین کا انتخاب کرتے ہیں۔ اقبال نوجوانوں سے خطاب میں اکثر شاہین کا استعارہ استعمال کرتے ہیں جو اپنی صفات میں یکتا ہے۔ شاہین کے متعلق اقبال کہتے ہیں:

''شاہین کی تشبیہ محض شاعرانہ نہیں، اس جانور میں اسلامی فقر کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

- ☆ خوددار اور غیرت مند ہے کہ اور کسی کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔
- ☆ بے تعلق ہے آشیانہ نہیں بناتا۔
- ☆ بلند پرواز ہے۔
- ☆ خلوت پسند ہے۔
- ☆ تیز نگاہ ہے۔

☆☆☆☆

روہی کی آواز..........خواجہ غلام فرید

زاہد حسن

خواجہ فرید پنجابی شاعری کے اس سلسلے کے آخری شاعر ہیں جنہوں نے پنجاب کی رہتل' لوک داستانوں اور شاعری کو اپنی فکر میں رچایا، بسایا اور تصوف اور روحانیت سے بھرے اسراروں کے ذریعے بیان کیا۔ خود بھی سرمستی کی اس ترنگ کا سرور مانا اور لوگوں کو بھی عارضی اور مادی زندگی کی زنجیریں توڑ کر اس کائنات کے رس کو اپنی اصل کو جاننے اسے پہچاننے کے بارے میں تحریک دی۔

درحقیقت آپ ایک صاحب حال صوفی تھے۔ آپ کی شاعری اور حیاتی وحدت الوجود کی گہری رمزوں اور شہودی جلوؤں سے بھرپور نظر آتی ہے۔ انہوں نے حُسنِ فطرت اور قدرت کے حقیقی اور سچے رنگوں کو پیش کیا۔ ان کی شاعری ہمارے فوک کلچر، تہذیب اور لوک داستانوں کے کرداروں میں سے پھوٹتی ہے۔

اپنی دھرتی پر گہری چھاؤں کی چادر تانے درختوں، مہکاریں بکھیرتے بوٹوں اور پھولوں کو انہوں نے اپنی شاعری کے استعارے بنا کر پیش کیا ہے۔ روہی، مارو تھل، چولستان اور ان پر بہہ رہے ندیاں اور دریا ان کی شاعری کے شوہ ساگر میں آباد جزیرے ہیں۔

ہیر رانجھا، سسی پنوں، مومل مینندھرا، سوہنی مہینوال یہ سب کردار ان کی شاعری میں سانسیں لیتے، زندہ جاوید نظر آتے ہیں۔ حُسنِ فطرت اور عشقِ حقیقی ان کی شاعری کے ایسے سرچشمے ہیں جن میں ابدالاباد تک محبت اور چاہت کا رس ٹپکتا رہے گا۔ حُسن و عشق کا یہ امتزاج ساری زندگی ان کے انگ سنگ رہا۔ ان کی شاعری میں فطرت کا حُسن ابدی مسرت کی طرح ہے۔ یہی حُسن خیر کا سوما بھی ہے اور نہ مٹنے والا بھی۔ ان کی فکر کے مطابق ہمیں اس حُسنِ لم یزل کی کئی ایک منزلیں نظر آتی ہیں اور ان سبھی منزلوں کی اصل، ان کی حقیقت وہی مطلق حسن نظر آتا ہے جس کا نور عناصرِ فطرت میں لشکارے مار رہا ہے۔

آپ زاہد، عابد تھے اور سوچ بچار اور غور و فکر کی تعلیم صرف دوسروں کو ہی نہیں دیتے تھے۔ آپ خود بھی تنہائی میں معرفت حق کی منزلیں طے کرتے رہتے تھے۔ آپ نے روہی کے بیچوں بیچ ایک جھونپڑی بنوائی اور اٹھارہ برس تک عبادت اور ریاضت میں مصروف رہے۔ اس طویل عرصے میں آپ چاچڑاں شریف، کوٹ مٹھن اور گھر والوں سے بالکل لاتعلق تو نہیں ہو گئے تھے لیکن آپ کا زیادہ تر وقت روہی ہی میں بسر ہوا کرتا تھا اور پھر جب کسی مجبوری کے باعث روہی سے جدا ہونا پڑتا تو آپ روہی کے فراق میں آہ و زاریاں کرتے اور ہجر و فراق کے ان صدموں کو اپنی شاعری کا جزو بناتے۔

آپ کی شاعری کا زیادہ حصہ روہی اور روہی کے حسن کو بیان کرتا نظر آتا ہے۔

"گوہر شب چراغ" میں محمد انور مرحوم لکھتے ہیں آپ نے سات بار زیارتِ معلٰی کی۔ حضرت خواجہ بزرگ کے ساتھ شرف ملاقات حاصل کیا۔ تین بار میاں محمود صاحب احمد آبادی کے ساتھ ملاقات کی جو بڑی عمر کے درویش تھے اور خواجہ کمال الدین صاحب علامہ کی اولاد تھے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی سیر کی اور ہر شہر میں موجود وہاں کے بزرگوں سے ملے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کی روحانیت سے خاص طور پر فیضان حاصل کیا۔

حضرت خواجہ صاحب سیر کرتے ہوئے علی گڑھ پہنچے۔ وہاں سر سید احمد خاں سے ملاقات کی۔ لکھنو مولانا عبدالحئی صاحب کے مکان پر پہنچے لیکن مولانا صاحب کو نیند آ رہی تھی۔ اس لئے بنا ملے ہی چلے آئے۔ مولانا حاجی امداد اللہ کے بارے میں فرمایا کہ حضرت امداد اللہ چشتی صابری تھے۔ اصل وطن پانی پت، انگریزوں کی مخالفت کے باعث مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے۔ پھر فرمایا کہ دیو بند، سہارن پور اور گنگوہ کے بہت سے علماء ان کے مرید تھے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب صاحب ان کے مرید تھے۔

خواجہ صاحب ایک صاحب حال صوفی تھے۔ تصوف جن کی شاعری، فکر اور حیاتی کا ست ہے۔ ان کے افکار مجاہدے اور ریاضت کی بھٹی میں تپ کر نکلے تھے۔ آپ عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کے واقفِ حال تھے۔ آپ کی زندگی وحدت الوجود کی گہری رمزوں سے بھری کائنات ہے۔ ان کی شاعری مجاز سے حقیقت اور حقیقت کی حقیقت تک رسائی کی واردات ہے۔

ان کی شاعری میں تصوف کی رمزیں بہت اونچے سروں میں سنائی دیتی ہیں اور وحدت الوجودی فلسفے کے رنگ گہرے نظر آتے ہیں۔ آپ ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود سے بہت متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کافیوں میں ابن عربی، بایزید بسطامی، منصور حلاج اور راہ حق کے کئی دیگر مسافروں کا ذکر بہت احترام کے ساتھ ملتا ہے۔ "فتوحات مکیہ" اور فصوص الحکم جیسی کتابوں کے خالق ابن عربی کا تقدس اور احترام سبھی صوفیا کی فکر کا بنیادی اثاثہ ہے۔ آپ ان سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔

"مقابیس المجالس" میں مولانا رکن الدین نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام اور مشائخ چشت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حقیقت اسلام اور حرارت ایمان کی جیتی جاگتی مثال عصر حاضر کی شخصیت حضرت خواجہ غلام فریدؒ ہیں۔ جنہوں نے یہ ثابت کیا کہ احکامِ شریعت کی پابندی کے ساتھ جذبِ وعشق کی سرمستی بھی لازم ہے بلکہ روح اسلام کی حقیقت اور بنیاد اسی نکتے پر ہے۔ کیونکہ آپؐ کا فرمان ہے "جسے محبت نہیں اس کا ایمان بھی نہیں ہے۔"

سوانح اولیائے کرام تو حدیثِ نبویؐ کے مطابق اپنی ذات اور صفات کو حق تعالیٰ میں فنا کر کے فنا فی اللہ اور کشف و کرامات کے اونچے مراتب پر فائز ہوئے۔ آپ کے علم اور شان معرفت کا حال یہ تھا کہ دُور دُور سے عالم فاضل لوگ اور درویش حاضر ہو کر اہم مسائل کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے۔ "تحفۃ الاقطاب" کے مصنف کہتے ہیں "بحر العلوم حضرت مولانا شاکر محمد ڈیروی اپنے وقت کے بے مثل عالموں میں شمار کیے جاتے تھے۔ کچھ ماہ علم حاصل کرنے کی خاطر آپ حضور کی خدمت اقدس میں رہے۔ بہت عرصہ کے بعد کسی دوست نے حضرت مولانا سے پوچھا کہ اس

عرصہ میں آپ نے کیا حاصل کیا۔ حضرت مولانا شاکر محمد نے جواب دیا "ابھی تو لا الہ الا اللہ کے معنی بھی پوری طرح سے ختم نہیں ہوئے۔

"انہد" کی سُر کی کھوج میں نکلے ایسے حقیقی عاشقوں کا حال یہ رہا ہے اور جب تک "ملِی" کا وعدہ پورا نہیں ہو جاتا۔ قطرہ سمندر میں نہیں مل جاتا، ذرّہ سورج میں نہیں سما جاتا اور روح اپنے بچھڑے ہوئے اصل میں نہیں رچ جاتی، حلاج، سرمد اور خواجہ جیسے صادق لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ شاید قسام ازل کی بھی رضا ہے کہ ایسے عاشق صادق پیدا ہوتے رہیں۔

آپ کی چار صفات کے بارے میں بہت یقین کے ساتھ بتایا جا سکتا ہے۔ ایک تنہائی، دوسرا کم کھانا، تیسرا کم سونا اور چوتھا کم بولنا۔ مولوی غلام احمد اختر صاحب ایک جگہ پر لکھتے ہیں۔ 86-1885ء میں جب کہ رمضان کا مبارک مہینہ بہت گرم اور جلتی بلتی دھوپوں والا ہوتا تھا آپ کو سحری کھاتے دیکھا ہے، سحری کے وقت دو آم آپ کے سرہانے رکھے جاتے تھے، وہی سحر کے وقت چوس کر کلی کر لیتے تھے اور شام کا کھانا کم ہوتا تھا۔ تیسرا جاگنا، جاگنے کا عالم یہ تھا کہ رات چاہے کسی وقت بھی آپ کی خدمت میں جانے کا موقع ملتا آپ جاگتے ہوئے ملتے۔ چوتھا کم بولنا کہ آپ سنتے تو سب کچھ تھے لیکن جواب میں کسی حدیث پاک کا جملہ یا پھر کسی شیخ کا مقولہ بیان کر کے چپ ہو جاتے تھے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ولایت کی ایک خاص الخاص منزل فنا القاء سے بھی متصف تھے۔ فنا فی اللہ کے بعد شان بقا باللہ کی منزل آتی ہے۔ جس میں عاشق صادق کو ذاتِ حق اپنے جمال انوار اور تجلیات کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے اور کسی وقت پردے میں چلی جاتی ہے اور درحقیقت یہی ایک سالک کا مقام امتحان بھی ہے اور مقام احسان بھی۔

پھر جب خواجہ سائیں اس راز سے واقف ہوتے ہیں کہ یہ شان بقا باللہ ہے جو اکملین اولیاء اللہ کو فنا فی اللہ سے بھی بڑھ کر محبوب ہے۔ فنا میں استغنا ہے اور بقا میں تسلیم اور رضا اور خاصانِ خدا بارگاہ رب العزت میں استغنا سے بھی بڑھ کر تسلیم اور رضا کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ لذّتِ وصل سے بڑھ کر لذّتِ درد ان کو زیادہ پسند ہے کیوں کہ یہی بندگی کا کمال ہے اور یہی عظمت اس کی بلندی ہے۔

آپ کو لذّتِ وصل سے بڑھ کر لذّتِ درد پسند ہے۔ آپ کے کلام میں عبدیت کی بڑی بڑی مثالیں ملتی ہیں۔ چاہے لفظوں میں شکوے کا رنگ نمایاں ہے۔

کیوں لُک چُھپ بہندا ایں ڈھولا میں کنوں
ایہا ریت سکھی ہئی کیں کنوں

آپ کی حقیقت اور معرفت کے ساتھ رچی شاعری میں پنّل اور رانجھن کے علامتی ناموں کے ذریعے محبوب حقیقی کی جدائی میں آہ و زاریاں، ہجر اور فراق کی کلفتیں اور دوست کے ساتھ ابدی وصال کی خواہش میں معرفت کا ایک انمول خزانہ چھپا ہے۔ طریقت اور شریعت کے راہی خواجہ سائیں کی یہ باتیں ان رمزوں اور سنیتروں سے بھرے افکار کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

؎ یار پنل دا ہر جا عین ظہور
؎ کیا حال سناواں دل دا، کوئی محرم راز نہ ملدا

اور ہر فراق کے درد میں اداسی اور غمگینی کی جو صورت پیدا ہوتی ہے خواجہ صاحب کے کلام میں اس کا بہت شدت سے اظہار ہوتا ہے۔

عشق اولڑی پیڑ وے، جانن لوک شہر دے

فنا فی الوجود اپنی ہستی کی وہ حقیقتیں ہیں جن کو خواجہ فرید نے اپنی ابدی، لافانی اور اعلیٰ شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ان کی

شاعری ایسی مصفا اور پاک چشموں کے پانی کی مانند ہے جن سے صوفی اور سالک لوگ اپنا وضو کرتے ہیں۔

دُکھ درد کے ماروں کے لئے اس میں دوا کے نسخے موجود ہیں اور ہجر اور فراق کے ماروں کے لئے وجوگ، وراگ اور جدائیوں کی ایسی آہ و زاریوں سے بھرے گیت ہیں جو رب کے سچے عاشقوں نے جہان بھر میں علیحدہ علیحدہ بولیوں میں گائے۔

شاعری میں تصوف کا ایک اپنا مقام اور مرتبہ ہے۔ شاعری پڑھ کر، سن کر یوں تو ہر انسان کچھ نہ کچھ اثر لیتا ہے لیکن صوفی لوگ اپنے تیز اور بیدار جذبوں کے ذریعے ان سے جیسے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ سخن کی یہ چاشنی ان کے دل کے شیشے میں آکر اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ شعلے بن جاتی ہے۔ یہ چاشنی ان کے جذبات کو اس حد تک اونچا لے جاتی ہے کہ بعض اوقات تو جان جانے کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔ محبت کے ایسے نغمے پر قربان ہو جانے والوں کی ہی تشنگان خنجر تسلیم کہہ کر ان کے لئے ”ہر زمان از غیب جان دیگر است“ کی خوشی کا اعلان کیا گیا ہے جو ہر وقت مستی اور سرخوشی کی ترنگ میں یہی گاتے پھرتے ہیں، جیسے خواجہ سائیں

ہے عشق دا جلوہ ہر ہر جا، سبحان اللہ سبحان اللہ

اور یہ کافی

تھل مارو دا پینڈا اسارا تھیسم ہک بلانگھ
صدقے کیتے ہن نینیں کولوں کھادم کالڑا تاناتنگ
چھوٹے وقت کوارے ویلے لگڑم تیدڑا دانگ

سب صورت وچ وسدا ڈھولا ماہی،
دل اساڈی کھسدا ڈھولا ماہی
رنگ برنگے اوس دے دیرے
آپے رانجھا، ہیر تے کھیڑے
لُک چُھپ بھید نہ ڈسدا ڈھولا ماہی

خواجہ سائیں کی نظر میں یہ کثرت اور رنگا رنگی نظر کا دھوکہ ہے اصل میں دیکھنے والی آنکھ کے لئے تو وہی چھپا ہوا حسن ہر جگہ نظر آتا ہے ان کی سوچ کے مطابق ہر مقام اور ہر منزل پر ایک ہی نور پھیلا ہوا ہے۔ ایک ہی نور کی روشنی ہے اوپر نیچے کیا، ہر جگہ اسی کا حسن دکھائی دے رہا ہے لیکن لوگوں کی نظر میں کوئی عیب ہے کہ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ اس کلیم نے ہر قدم پر طور کے جلوے کو پکارا ہے۔ بستی بستی اور وادی وادی اس سے باتیں کی ہیں۔ بارش میں اسے دیکھا ہے بادل کے گرجنے، بجلی کی مسکان اور ہواؤں کے لمس نے اس کلیم کو اس کا پتہ بتایا ہے۔ یہ پریوں کے دیس تک اس کے ساتھ رہا ہے۔ کاجل کی دھار اور لبوں کی سرخی میں اس نے اس کے رنگ دیکھے ہیں۔ تان، لے اور سُر کے اونچ نیچ میں اسی کو رقصِ کناں دیکھا ہے۔ کیونکہ اس کی نظر میں سبھی اشیاء اس ایک حسن کا عکس ہیں، اسی ایک حسن کا مظہر ہیں، اسی ایک حسن کا حصہ ہیں۔

تینوں بادل برکھا گاج کہوں
تینوں بجلی تے باران کہوں
تینوں ناز کہوں انداز کہوں
تینوں حُور پری غلمان کہوں
تینوں حُسن تے ہار سنگھار کہوں
تینوں عشوہ غمزہ آن کہوں
اے حُسن حقیقی نورِ ازل
تینوں واجب تے امکان کہوں

خواجہ فرید نے وحدت الوجود یعنی ہمہ اوست کا صرف درس ہی نہیں لیا۔ بلکہ اپنی محبت کا مرشد کی ذات میں سچی حقیقت کی طرح مشاہدہ بھی کیا ہے، یقین کی آنکھ سے مشاہدہ کر کے انہوں نے اپنے شعروں میں اس کا کھل کر اظہار بھی کیا ہے۔

سکھ ریت روش منصوری دی
ہُن ٹھپ رکھ کنز قدوری دی

انسان جو روز ازل سے اس حقیقی

ابدی اور بڑی سچائی کی جستجو میں جنگلوں، تھلوں اور بیلوں میں ادھ موا ہوا پھرتا ہے۔اسے حق اور سچ کی یہ تلاش روز نیا روپ عطا کرتی ہے۔اس حسن حقیقی کا جمال اس کے دل میں لَو بن کے جگمگ جگمگ کرنے لگ پڑتا ہے۔دنوں راتوں کی بھوک، پیاس، گرمیوں کی کڑکتی دھوپ اور سردی کی ٹھٹھرتی راتیں اس کے لئے سکھ چین کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔پھر اس کے سینے میں ایک ازلی غم کی آنکھ کھلتی ہے، کبھی بند نہ ہونے والی، ہمیشہ ہمیشہ کھلی رہنے والی، غم کی یہ آنکھ اسے نئے نئے جلوے دکھاتی ہے۔خواجہ سائیں بھی جب معرفت کی ان راہوں پر چلتے ہیں تو دکھوں دردوں کو اپنی حیاتی کا علیحدہ نہ ہونے والا انگ جان کر اسے اپنے سینے سے لگائے لگائے پھرتے ہیں۔

گھلی کملی سنجڑی دھر دی
ہک غم دی سدھرائی ہم
پٹڑ پرانی امڑی سکڑی
مونجھ مونجھا ری دائی ہم

جدائی عشق کی واردات کو حرکت اور عمل کی ترغیب اور لالچ دینے کے لئے سب سے بڑی طاقت ہے اور آگے بڑھنے کے لئے بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔اس لئے کہا گیا ہے کہ وصل میں بھی فراق کی کیفیت باقی رہنا چاہئے۔صوفیائے کرام کے عقیدے کے موجب انسانی دل میں غم کی آبادی روح سے بچھڑنے کے اس غم کے کارن ہے جو انسان کے اللہ تعالیٰ سے جدا ہونے اور وجود میں آنے کے سبب پیدا ہوئی۔یوں روح اپنی اصل سے بچھڑنے کے سبب غمزدہ ہے۔خواجہ فرید اس رنگ کو یوں بیان فرماتے ہیں:

عشق انوکھڑی پیڑ سوسو ول اندر دے
نین وہاوم نیر الھڑے زخم جگر دے

لعل شہباز قلندرؒ کے اس شعر کی طرح:

اگرچہ قطرۂ شبنم نہ بوید بر سر خار
منم آں قطرہ شبنم بہ نوک خار می رقصم

یہ عشق کے ہی سبھی رنگ ہیں جن کا ظہور ہر انسان کے دل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔پر جس کا اظہار صرف اور صرف منصور ابن حلاج، سرمد منصور اور شاہ حسین کی فکر اور رقص کے ذریعے ہوتا ہے۔یہی واحد نکتہ ہے جس کا اظہار خواجہ غلام فریدؒ اپنے یار پنل کے ساتھ سسی کا رُوپ دھار کے کرتے ہیں۔سسّی کا روپ دھار کر سسّی ان کی شاعری کی بنیادی علامت بن کر ابھرتی ہے۔

پُنوں ہوت نہ کھڑ مکلایا
چھڈ کلڑی کیچ سدھایا
سوہنے جان پچھان رلایا
کوڑا عذر نبھایم گھل دا

ذات حقیقی سے جدائی کی طرح خواجہ فرید کی شاعری میں روہی بھی ایک اہم اور نمایاں سمبل ہے۔محبت کا 'فراق کا یہ سمبل ان کی شاعری میں ایک طرح کی تپش، عشق کی آگ کی حرارت سی پیدا کیے رکھتا ہے:

روہی لگڑی ہے ساونی
ترت ولا ہوت مہاراں
کھمنیاں کھمن رنگیلویاں
رِم جھم بارش باراں
ڈسدا یار پروبھرا
بیٹھی کانگ اڈاراں

قصہ مختصر یہ کہ عشق حقیقی، حسن ازل اور ہجر فراق خواجہ صاحب کی شاعری کے دل پسند اور روح کی پیاس اور سک کو مہمیز دینے والے عناصر ہیں۔ان کے کلام میں ایسا سوز اور درد ہے جو معرفتِ حق کے راہی کو تڑپاتا ہے اور اس کے وجود میں ایک ایسی ازلی اور ابدی ترنگ چھیڑ دیتا ہے جس کی سرمستی میں وہ معرفتِ حق کی راہوں پر چل پڑتا ہے اور معرفتِ حق کی راہوں، منزلوں سے گزرتا ہوا اس حُسنِ ازل کو حاصل کر لیتا ہے۔جس کی طلب ہر انسان کو رہی ہے۔اور جو مقصودِ حقیقی ہے اور جسے حاصل کر لینے کے بعد حضرت خواجہ فرید ایک نعرۂ مستانہ بلند کرتے ہوئے گاتے ہیں:

مینڈا عشق وی توں مینڈا یار وی توں

☆☆☆☆

قسط اول

کشمیر......تاریخ کے دریچے سے

سلطان محمد صابر

دنیا کی تخلیق و تشکیل اور بناوٹ کے بارے میں نامور شناسائے فطرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:

''دُنیا کی حُسن، رعنائی، ہیئتِ ترکیبی اور بُوقلمونی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اس سے اچھی اور خوبصورت دُنیا نہیں بن سکتی تھی۔''

پہلے خلائی انسان (مسٹر سڑانگ، امریکن خلانورد) سے جب پوچھا گیا کہ چاند سے دُنیا کیسی نظر آتی ہے، تو اُس نے جواب دیا کہ کائنات میں سب سے زیادہ خوبصورت زمین ہے، جو رَنگ بہ رَنگ سونے کے چمکتے تھال کی طرح نظر آتی ہے کیونکہ اس کا بڑا حصہ سمندروں پر مشتمل ہے، جو کہ شیشے کی طرح چمکتا ہے جبکہ ایک حصہ بیابانوں اور ریگستانوں پر اور ایک حصہ طویل و عریض جنگلوں پر اس لئے یہ دُنیا خوبصورت لگتی ہے۔

کشمیر کی مثال اس سونے کے تھال میں رکھے ہوئے گلدستے کی طرح ہے جو اپنی رعنائی اور زیبائی کی وجہ سے اس قدر سحر طراز ہے کہ شاعرِ سخن گستر نے دیکھتے ہی بے ساختہ کہا:

کوہ و دریا و غروبِ آفتاب
من خدا را دیدم آنجا بے حجاب
اقبالؒ

اس خلائی دَور میں کشمیر کو جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے بھی بڑی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ کیونکہ یہاں سے چین، بھارت اور جنوب مغربی ایشیا کی نظارت بخوبی کی جاسکتی ہے۔ کشمیر برِصغیر کے انتہائی شمال میں اور ایشیائے کوچک کے انتہائی جنوب میں واقع ہے۔ اس ریاست کا کُل رقبہ 84474 مربع میل ہے، اس میں 16 ہزار مربع میل شمالی علاقہ جات اور ساڑھے چار ہزار مربع میل میں وادیٔ کشمیر کا علاقہ بھی شامل ہے جس کی نگہداشت حکومت پاکستان کر رہا ہے۔ اس کی کُل آبادی تقریباً ایک کروڑ پچیس لاکھ ہے۔ 63 فیصد حصے پر بھارت نے قبضہ کیا ہوا ہے جس میں تقریباً 75 لاکھ کشمیری رہتے ہیں۔ آزاد کشمیر کی آبادی تیس لاکھ کے قریب ہے۔ باقی بیس لاکھ کشمیری شمالی علاقہ جات اور پاکستان کے مختلف شہروں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ تقریباً چار لاکھ کشمیری برطانیہ میں آباد ہیں۔

وجہ تسمیہ

کہتے ہیں کہ کشمیر کا قدیم نام ستی سار اس تھا جو بعد میں خوش افزاء آب و ہوا کی مناسبت سے ''کا'' اور ''سمیرا'' کے اشتقاق سے ''کاسمیرا'' بن گیا جو لہجے کی وجہ سے بگڑ کر کاشمیر اور پھر کشمیر بن گیا۔ دوسرے محققین کہتے ہیں کہ یہ پراکرت زبان کے دو لفظوں کاس اور میر کے اشتقاق سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ندیوں اور پہاڑوں کا ملک۔

ایک دوسرا نظریہ یہ ہے کہ کشمیر کا نام اس کے قدیم باشندوں کے نام سے منسوب ہے جو ایک سامی قبیلہ تھا جس کا نام

کاش تھا اور جس کے نام کے ساتھ ایران کا ایک شہر کاشان' جو اصفہان کے شمال مشرق میں نوے میل کے فاصلے پر واقع ہے' منسوب ہے۔ کاشغر کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے اور اسی نام سے بخارا کے ایک ضلع میں بھی ایک قصبہ آباد ہے' جو سمرقند اور بلخ کے درمیان تجارتی شاہراہ پر واقع ہے۔

جہاں تک کاشغر کی بات ہے تو یہ نام بھی دو ناموں کے اشتقاق سے بنا ہے یعنی کاش اور نحر۔ کاش قبیلے کا نام اور نحر پشتو زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ کاش جو چین کے انتہائی مغرب میں واقع ہے جسے چینی ترکستان اور اب سنکیانگ کہتے ہیں۔ شاہراہ قراقرم پر خنجراب کے راستے پاکستان اور چین کے درمیان آج کل لوگوں کی آمد و رفت اور تجارت ہوتی ہے۔ کشمیر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف خیالات بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً بعض نے کشمیر Kashir اور Koshir سے کشمیر بنایا لیکن بغیر کسی لسانی قاعدے کے تعلق سے اور کسی نے بعض چینی حوالے دیئے ہیں۔

گاؤں' جس کا نام کوشائی می (KU-SHI-ME) تھا کشمیر کی اصل بتایا ہے۔ ایک اور مقام کا نام' جو کشمیر کے نام سے بہت ملتا ہے وہ ہے کشمور' جو کہ سندھ اور بلوچستان کی سرحد پر واقع ہے۔ ان دونوں ناموں کے درمیان صرف ایک حرف کا فرق صاف نظر آتا ہے یعنی ''و'' اور ''ی'' کا۔ ''و'' اور ''ی'' کا مبادلہ خود فارسی زبان کے اندر پایا جاتا ہے۔ مثلاً مرکزی افغانستان ہزارہ جات کے ہزارے ''میری'' یعنی جاتے ہو؟ کو موری میں تبدیل کر دیتے ہیں اور ''میخوری'' یعنی کھاتے ہو؟ کو ''موخری'' میں بدل دیتے ہیں۔ ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ اب زبان شناس کو اس کا بھی کھوج لگانا چاہیئے کہ کشمور کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

اکثر مورخین کشمیر کو اس کے قدیم باشندوں کے نام کاش سے منسوب کرتے ہیں۔

ایک سامی قبیلہ تھا' جس کے نام سے اور بھی مقامات منسوب ہیں' جیسے کاش' کاشان اور کاشغر۔ سر موئس کنگ نے تزکِ بابری کے انگریزی ترجمے کے نظر ثانی ایڈیشن جلد اول کے صفحہ 11 پر اس نظریئے کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کاش کا تعلق ہمالیہ کے پہاڑوں کے خاکاس سے مناسبت کو خارج از بحث نہیں کیا جا سکتا' مگر سر جارج گریرسن نے لینگویج سروے آف انڈیا جلد 9 حصہ چہارم صفحہ 8-2 پر۔ اس نظریئے کو محض ایک گمان قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کاش وہی سامی قبیلہ ہے جو کہ آرین نہیں تھے بلکہ ماکاس کی آریائی زبان بولتے تھے۔

اب آیئے سب سے پہلے کاش کی تشخیص و تحقیق کر کے معلوم کیا جائے کہ یہ اصل میں کون تھے' کہاں سے آئے تھے' کب آئے تھے' ان کی زبان کیا تھی۔ عقائد کیا تھے' رسم و رواج اور روایات کیا تھے' ان کے نام سے کہاں کہاں اور کون کون سے مقامات منسوب اور موسوم ہوئے اور آج کل ان کے باقیات کہاں کہاں پائے جاتے ہیں اور کون سی زبان بولتے ہیں؟ یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جن کی تلاش میں ہم اصل حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔

یہاں یہ بات خاص طور پر ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ہندو آریائی زبانوں میں آب و ہوا کی تبدیلی اور انسانی آراء پر اثرات کی وجہ سے لہجوں میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ علاوہ بریں الفاظ بھی لوگوں کے ساتھ سفر کرتے رہتے ہیں جس طرح چھوٹے چھوٹے گھرانے اپنا آبائی وطن چھوڑ کر دور دراز کسی اور جگہ دیگر لوگوں میں سکونت اختیار کر لیتے ہیں اور پھر چند نسلوں کے بعد ان میں ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کے

مصداق ان میں مدغم ہو کر اپنا تشخص کھو بیٹھے ہیں۔اسی طرح ایک زبان کے الفاظ بھی دوسری زبان میں اس طرح گھل مل جاتے ہیں کہ ان پر کچھ عرصے کے بعد غیر کا گماں تک نہیں ہوتا۔مثلاً بنگالی زبان میں سرانے (تکیئے) کو بالشت کہتے ہیں' پشتو اور فارسی میں بھی بالشت کہتے ہیں جبکہ انگریزی میں (Pillow-Bolster) کہتے ہیں۔ خدا جانے کہاں سے کہاں تک سفر کیا۔اسی طرح پشتو میں والدہ کو مور' فارسی میں مادر' انگریزی میں مادر' ہندی میں ماتا اور اردو میں ماں کہتے ہیں۔ پشتو' اردو' پنجابی' سندھی میں بے شمار ایسے الفاظ ہیں جو لہجوں کی معمولی تبدیلی کے ساتھ اپنی اصل شکل اور معنی میں موجود ہیں مثلاً پنجابی میں تُسی اور پشتو میں تاسو یا تاسی (یعنی تم)۔ گلگت میں جو زبان بولی جاتی ہے اسے بروشاسکی کہتے ہیں۔اس زبان میں دامن کو لمن کہتے ہیں جبکہ پشتو میں بھی لمن کہتے ہیں درحالیکہ دامن بھی لمن کا مبادلہ ہے۔ ہندی زبان میں چونکہ خ نہیں ہوتی اور فارسی میں کھ نہیں ہے اس لئے فارسی والے کو کھر خر میں بدل دیتے ہیں اور ہندی والے خر کو کھر میں۔اس طرح س اور ش کا مبادلہ بھی عام ہے۔

3000 ق م میں جب بالائی اور زیریں بین النہدین میں مختلف اقوام وقبائل چھوٹی بڑی علیحدہ علیحدہ حکومتیں بنا کر توسیع پسندی کے شوق میں ایک دوسرے کے ساتھ دست وگریباں ہو گئے تو شکست خوردہ قبیلے جنوب مغرب کی طرف مہاجرت کرنے لگے۔ان کے علاوہ مال مویشی پالنے والے خانہ بدوش' آوارہ قبیلے بھی چراگاہوں کی تلاش میں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ خاص طور پر جنوب مشرقی گرم علاقوں کی طرف ہجرت کرتے رہے۔چنانچہ کوروں پانڈوں کی سو سالہ لڑائیوں کا تعلق بھی انہی لوگوں سے تھا جو مقامی باشندوں کے ساتھ ہوتی تھیں۔ تاریخ نے ان حملہ آور قبائل کو آرین کہا ہے چنانچہ ان ہی قبائل میں ایک بڑا قبیلہ 'جو کاسی کے نام سے مشہور تھا' 2000 ق م میں زاغروس کے پہاڑی علاقوں میں وارد ہوا جسے اب کردستان کہتے ہیں' کیونکہ اس زمانہ میں یہاں پر کرد قبائل آباد تھے۔اس زمانہ میں جن دوسرے قبائل نے شمال سے جنوب مشرق کی طرف مہاجرت کی وہ ہندوکش کے شمالی اور جنوبی علاقوں پر چھا گئے۔

2000 ق م میں جب بابل اور بین النہرین کے بڑے بادشاہ حمورابی کا انتقال ہو گیا تو جنگجو قبائل نے بالائی ایشیا کے وہ تمام علاقے آزاد کرا لئے جو حمورابی نے فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کئے تھے۔ 1950 ق م میں حمورابی کے جانشین ساموایلونا کے دور میں جب مریوں' آشوریوں اور ہتوں نے سر اٹھایا' جن سے خوفزدہ ہو کر ساموایلونا نے کاسی اور کرد قبائل کی طرف دستِ تعاون بڑھا کر اپنے ساتھ ملالیا۔ان کو نہ صرف جاگیریں دیں بلکہ حکومت میں ان کے سرداروں کو بڑے بڑے مناصب پر فائز کیا گیا اور عام کاسیوں اور کردوں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا۔1923 ق م میں ساموایلونا کی موت کے بعد یکے بعد دیگرے ابی اشوہ' عمی دیرعمی صدونا اور آخر میں شمشودیتانا بابل کے تخت پر بیٹھے۔ چونکہ ان میں کوئی بھی حکومت چلانے کا اہل نہیں تھا' اس لئے حکومت بے حد کمزور ہو گئی۔اقتصادی اور معاشی حالت تباہ ہو گئی۔ ہر طرف بغاوتیں اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو گیا۔ان کی بچی کھچی مملکت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندویورپین کی ایک بڑی شاخ ہیتیوں نے بابل پر یلغار کر کے حمورابی کی دو سو سالہ شہنشاہیت کا خاتمہ کر دیا لیکن مختلف قوموں کے درمیان عداوتوں

اور جنگوں کی وجہ سے اس علاقے کو استحکام حاصل نہ رہا۔ کاسی اور کرد نے جو عرصۂ دراز سے اس ملک پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہے تھے، حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کاسی سردار گانداش کی قیادت میں 1746 ق م میں بابل پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ گانداش نے تمام پرانی رسومات اور الحاد ختم کر کے اپنے معبودوں کو لا کر معبدوں میں رکھ دیا۔

بابل پر کاسیوں نے 1746 ق م سے لے کر 1171 ق م تک 575 سال حکومت کی۔ اس دوران ان کے چھتیس حکمرانوں نے حکومت کی۔

1- گانداش

1746-1731 ق م

2- آگوم اول

1730-1709 ق م

3- کاش تیلیاش اول

1708-1687 ق م

4- اوشی

1686-1679 ق م

5- ابی تاش

1678-1659 ق م

6- تاشی گوروماش

1658-1639 ق م

7- ھارباشی پاک

1638-1619 ق م

8- تیپ تاکزی

1618 - 1599 ق م

9- آگوم (دوئم) کاکریم

1598- 1579 ق م

10- بورنابوریاش اول تاریخ نامعلوم

11- کاش تیلیاش دوئم تاریخ نامعلوم

12- اولام بوریاش تاریخ نامعلوم

13- کوری گالزو اول تاریخ نامعلوم

14- ملی شیپاک اول تاریخ نامعلوم

15- کادا ایندداش

1445-1427 ق م

16- کاراشمس مارب ...... 1436 ق م

17- کوری گالزو (دوئم)...... ....

18- کاداشمن الیل اول ....ق م

19- بورنابوریاش (دوئم)

1370-1346 ق م

20- کارھارداش

1345..........ق م

21- نازی لوگاش

1345..........ق م

22- کوری گالزو (سوئم)

1344-1320 ق م

23- نازی ماروتاش

1319-1294 ق م

24- کاداشمن نورگو

1293-1277 ق م

25- کاداشمن الیل (دوئم)

1276 -1271 ق م

26- کودورالیل

1270-1263 ق م

27- شاگاراکتی شوریاش

1262-1250 ق م

28- کاش تیلیاش (سوئم)

1249-1242 ق م

29- الیل نارین شومی

1241-1240 ق م

30- کاداشمن ھارب (دوئم)

1240-1239 ق م

31- آداد شوم ایدین

1238-1233 ق م

32- آداد شوم ارصعد

1233-1203ت ق م

33- ملی شیپاک (دوئم)

1202-1188 ق م

34- مردوک اپال ایدین (اول)

1178-1187 ق م

35-زابابا شوم ایدین

1178 تا..........ق م

36-ایلل نادین آھہ

1171-1173 ق م

گانداش، جو کاسی سلطنت کا بانی تھا، اپنے آپ کو چہار اقلیم کا بادشاہ کہتا تھا۔ جن میں سومر، آکاد اور بابل شامل تھے۔ کاسی کو اپنی قومیت اور روایات پر بڑا فخر تھا چنانچہ وہ جہاں بھی جاتے یا ہوتے، اپنے رسم و رواج اور قومی افتخارات کو محفوظ رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی مملکت میں دوسری قوموں کے تمام معبد اور معبود جس شکل میں بھی تھے، ختم کردیئے اور صرف اپنے معبود رکھ چھوڑے۔ انہوں نے اپنی حکومت چلانے کے لئے کیلنڈر بھی بنایا تھا جو بادشاہ کی تخت نشینی کے دن سے شروع ہوتا تھا۔ معزولی یا انتقال کے دن ختم ہو جاتا تھا۔ تقویم کا یہ سلسلہ سلوکیوں کے وقت تک جاری تھا۔ ان کی ہنرمندی کے آثار میں ایک وہ تختہ سیاہ بھی شامل تھا جس پر بادشاہوں کی طرف سے املاک کی منتقلی کے فرمان جاری ہوتے تھے۔ تختہ بہت خوبصورت بنایا جاتا تھا۔ کبھی کبھار اس پر اس شخص کی تصویر بھی بنالیتے تھے جس کو بادشاہ انعام کے طور پر جاگیر عطا کرتا تھا۔

کاسیوں کے دور کی ایسی (چورس) چارکونوں والی مہریں بھی دریافت ہوئی ہیں، جن پر سومری زبان کی تحریر درج ہے۔ کاسی دور کی اور بھی چیزیں بغداد کے میوزیم میں محفوظ ہیں۔ 1957ء میں فلسطین میں کاسیوں کا ایک قدیم بت بھی دریافت کیا گیا۔

1171 ق م میں ایلامیوں نے کاسیوں کے خلاف ایلام کے تمام بڑے بڑے شہروں اور عبادت گاہوں میں جلسے منعقد کیے۔ لوگ بازاروں میں کاسیوں کے خلاف نکل آئے، شاعروں نے کاسیوں کے خلاف پُرجوش اشعار کہے، مثلاً اس طرح کے اشعار جلسوں اور جلوسوں میں پڑھے جاتے۔

کاسی بہت ظالم اور بُرے لوگ ہیں
اے ایلام کے جیالو بہادرو اٹھو
ان ظالموں کو تباہ و برباد کردو

چنانچہ ایلام کے بادشاہ مشوتروک نا نے بابل پر قوت کے ساتھ ایک زوردار حملہ کرکے بابل کے شاہ کی حکومت کا خاتمہ کردیا۔ ساتھ ہی کاسیوں کے 575 سالہ اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ کاسی ہجرت کرکے فلسطین چلے گئے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاسی وہاں زیادہ عرصہ ٹھہر نہ سکے پھر ایران چلے آئے مگر یہاں بھی ان کے پاؤں جم نہ سکے۔

چنانچہ تاریخ بلتستان ایران کا مولف مشیر الدولہ حسن پرنیا کہتا ہے کہ 1000 ق م میں کاسی نام کی ایک قوم ایران میں نظر آتی ہے، لیکن اس کے بعد پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں گئے۔ تاریخ اور آثار ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ لوگ بحیرہ عرب کے ساحل کے ساتھ ساتھ مکران کی طرف نکل آئے۔ جہاں سے خضدار سے ہوتے ہوئے شالکوٹ (کوئٹہ) کی خوبصورت وادی میں ڈیرے ڈال دیئے۔ مکران اور جھالاوان میں اب بھی ان کے آثار و باقیات موجود ہیں، جبکہ کوئٹہ میں کاسی خود موجود ہیں۔ مثلاً ان کی دو بڑی بڑی شاخیں تھیں لنک اور ژمند، لیکن شجرہ نویسوں نے چند دیگر قبیلوں کو بھی ان میں شامل کیا ہے جن کے نام ہیں متشوخ یا مسیلخ، کیتریا کتیر، کوہسار، سام سملٹ، سیالا، ھیردن۔

بہر حال ان کی دو بڑی شاخوں میں ''ژمند'' اب بھی ایرانی اور بلوچستانی مکران میں پائے جاتے ہیں۔ مکران کے لوگ ان کو شہزادے کہتے ہیں۔ ان کے کافی گھرانے کوچ کرکے گوادر کے قریب مسقط کے علاقے پیشوکان میں آباد ہوئے۔

نوجوان ثناخوانِ مصطفیٰ ﷺ..........غلام محی الدین قادری

غضنفر عباس

نعت گوئی کا آغاز حضور سرورِ کائنات ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی ہوگیا تھا۔ ثناخوان رسول اسی وقت سے آپ ﷺ کے حضور گلہائے عقیدت نچھاور کرتے چلے آرہے ہیں۔ شروع میں نعت گو شاعر خود ہی نعت خوانی بھی کرتے تھے۔ بعد میں خوش الحان لوگ، جو بذاتِ خود نعت گو شاعر نہیں تھے، وہ بھی اپنی خوبصورت آواز کے سبب نعت خوانی کی طرف آگئے۔ دنیا کے دیگر خطوں کی طرح ملتان کے لوگوں نے آمدِ اسلام کے فوراً بعد سے ہی باقاعدہ نعت خوانی شروع کردی تھی۔ اس حوالے سے ملتان کے کئی لوگوں نے اس خطے میں نہ صرف ملک گیر بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی شہرت حاصل کی۔ موجودہ عہد میں ملتان کے نعت خوانوں میں منیر ہاشمی، صابر حسین صابری اور ادریس سعیدی کے نام نمایاں ہیں۔

ان نامور نعت خوانوں کے علاوہ ملتان کے کچھ نوجوان بھی مختلف محافل، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اپنی آواز کا جادو جگاتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں مرزا طارق، نعیم صدیقی، طاہر شفیق، منصور اور سجاد نقشبندی کے علاوہ غلام محی الدین قادری کے نام اہم ہیں۔ غلام محی الدین قادری کی پیدائش 1972ء میں ملتان کے محلہ پیر روشن شاہ میں ہوئی۔ ایم سی پرائمری سکول منظور آباد سے تعلیم کا آغاز کیا اور میٹرک گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول عام خاص باغ سے کیا۔

غلام محی الدین قادری دورانِ تعلیم ہی 1981ء میں گرمیوں کی چھٹیوں میں کراچی گیا، اتفاق سے وہاں ایک مسجد میں بچوں کی نعت خوانی دیکھ کر متاثر ہوا اور یہیں نعت کے چند شعر سنانے کے بعد بزرگوں سے داد ملنے پر باقاعدہ نعت خوانی کی طرف مائل ہوگیا۔ اسی سال کراچی ہی میں کم عمر بچوں کے درمیان مقابلۂ نعت خوانی ہوا جس میں غلام محی الدین قادری نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد ملتان واپس آتے ہی سکول میں روزانہ ہونے والی اسمبلی اور ہفتہ وار بزمِ ادب کے پیریڈ میں باقاعدہ نعت سنانا شروع کردی۔ سکول میں اس کے استاد یونس صابری نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور استاد کی رہنمائی میں پہلی مرتبہ ریڈیو پاکستان ملتان کے پروگرام "بچوں کی محفل" میں شرکت کی۔ وہاں پر موجود پروڈیوسر اور اساتذہ غلام محی الدین قادری کی آواز سے متاثر ہوئے، جس کے نتیجے میں اس وقت ریڈیو پر بچوں کے حوالے سے ہونے والے پروگراموں میں اسے باقاعدہ دعوت دی جانے لگی۔ 1992ء میں ریڈیو پر نعت خوانی کے لئے آڈیشن ہوئے جس میں غلام محی الدین کو ریڈیو پاکستان کے لئے باقاعدہ نعت خواں منتخب کرلیا گیا۔ غلام محی الدین آج کل ملتان ریڈیو پر "ڈبل اے" کیٹیگری کے

حامل نعت خوان شمار کیے جاتے ہیں۔

اعزازات کے حوالے سے غلام محی الدین کا کہنا ہے کہ وہ اب تک سکول لیول کے کئی مقابلوں میں متعدد انعامات اور ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔اس کے علاوہ 1994ء میں ملتان آرٹس کونسل میں نعت اکیڈمی کی طرف سے منعقدہ مقابلے میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور 1996ء میں ایک بینک کے زیر اہتمام بہاول پور میں منعقدہ آل پاکستان مقابلۂ نعت خوانی میں بھی اول انعام کا مستحق ٹھہرا۔

غلام محی الدین قادری نے نعت خوانی کے حوالے سے کلام کے انتخاب کے بارے میں بتایا کہ وہ اکثر تابش صدانی‘ عشرت‘ عبدالستار‘ صائم چشتی‘ محمد علی ظہوری اور پروفیسر انور جمال کا کلام شوق سے پڑھتا ہے‘ کیونکہ ان حضرات کی نعتیں ایک تو رواں بحر میں ہوتی ہیں دوسرا یہ کہ الفاظ کے مناسب استعمال کے ساتھ ساتھ نعت میں فریاد کا پہلو اور سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے مضامین ہوتے ہیں۔غلام محی الدین قادری کا کہنا ہے کہ اس کی خواہش ہے کہ نعت خوانی کے ذریعے سیرت پاک ﷺ کے ایسے پہلو سامنے لاؤں جن کی آج کے دور میں اشد ضرورت ہے۔

2000ء میں غلام محی الدین قادری کی آواز میں نعتوں پر مشتمل البم ”نوائے مدینہ“ ریلیز ہو کر عوام میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔اسی طرح ”انوار کی برسات“ کے عنوان سے ایک اور البم بھی تیاری کے مراحل میں ہے۔

غلام محی الدین قادری ملتان میں نعت کے فروغ کے لئے قائم انجمن طلبگاران مصطفیٰ ﷺ کا سرگرم رکن بھی ہے۔یہ تنظیم معروف علمائے دین مولانا ثاقب نقشبندی اور قاری محمد میاں نے قائم کی ہے۔جو گھر گھر جا کر ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی محافل سجاتی ہے۔ غلام محی الدین قادری کا کہنا ہے کہ حکومت اور سرکاری میڈیا نعت کے فروغ کے لئے حسب ضرورت اقدام نہیں اٹھا رہا۔پی ٹی وی پر ربیع الاوّل میں تو نعتوں پر مشتمل کچھ پروگرام چلتے ہیں لیکن دوسرے ایام میں اس جانب کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔غلام محی الدین قادری کے خیال میں پاکستان ٹیلی ویژن ربیع الاوّل کے علاوہ ہر مہینے کم دورانیے کے ہی سہی ہفتہ وار پروگرام ضرور پیش کرے۔ مزید یہ کہ پی ٹی وی پر چھوٹے شہروں خصوصاً مضافات کے لوگوں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆

حکومت اور سرکاری میڈیا نعت کے فروغ کے لئے حسبِ ضرورت اقدام نہیں اٹھا رہا۔پی ٹی وی پر ربیع الاوّل میں تو نعتوں پر مشتمل کچھ پروگرام چلتے ہیں لیکن دوسرے ایام میں اس جانب کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔

غضنفر عباس

اصلاحات، تعمیرِ نو اور ملکی استحکام کا ایجنڈا

وزارتِ اطلاعات ونشریات حکومت پاکستان

ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں۔ ہمارا دفاع مضبوط ہے اور ہماری معیشت میں توسیع ہو رہی ہے۔ ہم نئی بلندیوں کو چھو لیں گے۔ ہم اسلامی اُمّہ کے لئے ایک رہنما کردار ادا کریں گے اور عالمی امور میں بھی ہمارا کردار اہم ہوگا۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ لیکن یہ لازمی ہے کہ ہم اپنی تقدیر اپنے ہاتھوں میں لینے کی جدوجہد جاری رکھیں۔

(صدر پرویز مشرف دسمبر 2004ء)

تعارف

آج پانچ سال بعد قوم کے سیاسی اور معاشی ادارے ٹھیک طرح سے کام کر رہے ہیں۔ 1990ء کی دہائی میں اداروں کے فیل ہونے کا منفی عمل روک دیا گیا ہے اور قومی مورال بلندیوں کی جانب گامزن ہے۔ آج پاکستان فوجی اور معاشی لحاظ سے مضبوط ہے اور عالمی سطح پر ایک ذمہ دارانہ کردار ادا کرنے کے لئے سیدھے راستے پر گامزن کر دیا گیا ہے۔

20 ویں صدی کے آخری سالوں میں پاکستان کو جن ناکامیوں کا سامنا تھا ان پر نگاہ دوڑائے بغیر 1999ء کے بعد حاصل ہونے والی کامیابیوں کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ یہ تبدیلی مخلص لیڈر شپ اور پاکستانی قوم کی صلاحیتوں کی عکاس ہے۔ صرف پانچ برسوں میں پاکستان ترقی اور کامیابی کے راستے پر گامزن ہو چکا ہے۔ صدر پرویز مشرف کی فوجی حکومت نے اکتوبر 1999ء میں مشکل حالات میں اقتدار سنبھالا۔ پاکستانی قوم کا مورال گر رہا تھا۔ تمام سرکاری ادارے نقصان میں جا رہے تھے۔ اندرونی و بیرونی قرضوں کی بھرمار تھی اور ان کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ پاکستان ایک انتہائی کرپٹ ملک تصور کیا جاتا تھا۔ خزانہ خالی تھا جس سے صرف پانچ سے چھ ہفتے کی درآمدات کا بل ادا کیا جا سکتا تھا اور جو ملکی قرضوں کی ادائیگی کے لئے بہت قلیل تھا۔ غلط معاشی انتظام سے پاکستان کے سرمایہ کار دوست کا امیج ماند پڑ چکا تھا۔ انڈیپنڈنٹ پاور پروڈیوسرز کے ساتھ نہ حل ہونے والا تنازعہ اور غیر رہائشی پاکستانیوں کے فارن کرنسی اکاؤنٹس کے انجماد نے ایک ایسی بداعتمادی کو جنم دیا جو ابھی تک بحال نہیں ہو سکی اور پاکستان کی بین الاقوامی ساکھ ختم ہو چکی تھی۔

12۔ اکتوبر 1999ء کے عمل کے بعد نئی حکومت کی معاشی ٹیم نے ایک ہی ہدف مقرر کیا۔ ''بحران پر قابو پانا اور پاکستان کو نادہندگی سے بچانا'' بعد ازاں اصلاحات

کے ایک سخت منصوبے پر عمل درآمد شروع کیا گیا' جس کا ہدف سیاست اور معیشت تھا۔

فوجی سربراہی میں کام کرنے والی انتظامیہ کی جانب سے متعارف کروائی جانے والی سب سے ڈرامائی تبدیلی بہترین معاشی انتظام ہے۔ صوابدیدی اختیارات پر قدغن لگائی گئی ہے۔ شفاف اور تسلسل کی اقدار متعارف کروائی گئیں۔ صحافت کی آزادی اور معلومات تک رسائی نے فیصلہ ساز افراد کے رویوں پر تعمیری اثرات مرتب کئے۔ سیاسی محاذ پر پاکستان بھر میں انتظامی اور معاشی فیصلوں کی طاقت کو نچلی سطح پر مقامی حکومتوں کو منتقل کر دیا گیا ہے۔ جواب دہی کا کلچر متعارف کروایا گیا ہے۔ جس میں معلومات حاصل کر کے تفتیش اور سزا کے ذریعے کرپٹ افراد کو کڑی سزائیں دی جاتی ہیں۔ یہ رپورٹ ''اصلاحاتِ تعمیرِ نو اور قومی استحکام کے پانچ سال'' مختصر اور سادہ زبان میں پاکستان میں گزشتہ پانچ سالوں میں آنے والی تبدیلی کا احاطہ کرتی ہے۔ اب بھی سب اچھا نہیں ہے' ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔ لیکن اب پاکستان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے بہترین پوزیشن میں آ چکا ہے۔ اس رپورٹ میں شامل معلومات ان باتوں کی تصدیق کرتی ہیں جو اکثر پاکستانیوں کے علم میں ہیں' لیکن وہ کامیابیوں کی ابتداء کر رہے ہیں۔ ایک دیانت دار اور مخلص قیادت ہی پاکستانی قوم کی مفاہمت' وسائل اور مخفی صلاحیتوں کو اُجاگر کر سکتی ہے۔

پاکستان اب زیادہ مضبوط' زیادہ پُراعتماد 10 شواہد

1- سال 2004ء میں پاکستان ایک بار پھر اُبھر رہا ہے اور آج کل ساری دنیا مستحکم و مضبوط پاکستان کو اُبھرتا ہوا دیکھ رہی ہے۔ پاکستان اب بین الاقوامی معاملات میں مؤثر کردار ادا کر رہا ہے جس کی آواز سُنی جا رہی ہے۔ اس کے نکتہ نظر اور رائے کو وزن دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے 2003ء اور 2004ء کے اہم دور کے دوران پاکستان کو سلامتی کونسل کا غیر مستقل رکن چُنا گیا اور دولتِ مشترکہ میں پاکستان کو غیر مشروط طور پر دوبارہ خوش آمدید کہا گیا۔ پاکستان نے استحکام اور دوبارہ اُبھرنے کے لئے جو راستہ اختیار کیا ہے' اسے ساری دنیا بہتر سمجھتی اور اس کی تعریف کرتی ہے اور پاکستان اب عالمی سطح پر زیادہ ذمہ دارانہ اور مضبوط کردار ادا کر رہا ہے۔ وسطی ایشیاء' مغربی ایشیا اور جنوبی مشرقی ایشیاء میں پاکستان کی اہم مرکزی حیثیت کا اعتراف کر لیا گیا ہے اور اسلام سمیت دیگر عظیم مذاہب اور تہذیب و تمدن کے درمیان افہام و تفہیم کی عظیم طاقت بن کر اُبھر رہا ہے۔

2- 2004ء کا پاکستان اداروں کو مضبوط اور پائیدار بنانے کی شاہراہ پر گامزن۔

آج پاکستان کے عوام کو اپنی جدید تاریخ کے کسی بھی دَور سے زیادہ جمہوری آزادیوں اور خواہشات کی تکمیل کے مواقع حاصل ہیں۔ آج پاکستانی عوام کُھلم کُھلا ثقافت' سیاست' لسانیات اور مذاہب پر قومیت اور قومی تعلق کی چھتری تلے بحث مباحثہ کر رہے ہیں۔ سیاسی و مذہبی اختلاف کو سرکاری و نجی میڈیا میں برداشت کیا اور کُھلے دل سے سُنا جاتا ہے۔ سیاسی جماعتوں کا رخ اب زیادہ شفاف' کُھلے پن اور مفاہمت کی تعمیر کی جانب موڑ دیا گیا ہے۔ جدید پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار حکمران جماعت پاکستان مسلم لیگ قومی مفاہمت' اتحاد و یگانگت اور شراکت داری پر زیادہ انحصار کر رہی ہے۔ حالانکہ مختلف پارٹیوں کے

ذاتی مفادات باہم متصادم ہیں' جبکہ سیاسی تصادم کی ناپسندیدہ روایات سے ہماری سیاسی تاریخ بھری پڑی ہے۔اب پاکستان میں زیادہ شفاف' دیانت دارانہ اور نتیجہ خیز طرزِ حکومت متعارف کرایا گیا ہے۔اس سسٹم میں بھی خامیاں ہو سکتی ہیں لیکن یہ نظام چل رہا ہے اور کئی عشروں کے بعد پاکستان کو قومی تعمیر کا موقع ملا ہے۔

3-سرمائے کی بین الاقوامی برادری میں پاکستان کی ساکھ کی دوبارہ بحالی۔

پاکستان 2004ء میں آئی ایم ایف کی طرف سے اہم بیرونی امداد سے چھٹکارا پانے کے قریب پہنچ گیا ہے۔ملک کی کریڈٹ ریٹنگ بہتر ہو گئی ہے اور زرمبادلہ کے ذخائر 12.5 ارب ڈالر کی نئی حد کو چھو رہے ہیں۔پاکستان 500 ملین امریکی ڈالر کے یورو بانڈ کے اجراء کے ساتھ بین الاقوامی مالی منڈی میں داخل ہو چکا ہے۔جس کو زبردست پذیرائی ملی ہے اور توقع سے چار گنا زائد یورو بانڈ فروخت ہو گئے ہیں۔اب بھی پاکستان کو بہت آگے جانا ہے اور یہ آگے بڑھنے کے لئے پُرعزم ہے۔

4-اپنی جدید تاریخ کے کسی بھی دور سے زیادہ آج پاکستان کا دفاع ناقابلِ تسخیر ہے۔

نئی صدی کے شروع میں پاکستان ایک ذمہ دار اور قابلِ بھروسہ فوجی قوت کے طور پر ابھر رہا ہے ایسی قوت جو شورش زدہ خطے اور دنیا کو استحکام دیتی ہے۔پاکستان کی فوجی قوت دنیا کے شورش زدہ علاقوں میں اقوامِ متحدہ کے امن مشنوں کے لئے ایک اثاثہ ہے۔

2002ء میں پاکستان کی دفاعی صلاحیتوں کے باعث 8 ماہ تک جاری رہنے والا بیرونی خطرہ ڈپلومیسی سے ٹال دیا گیا ہے۔اس تجربے سے پاکستان نے سفارتکاری اور فوجی قوت سے قومی دفاع کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔

5-اسلامی دنیا اور دیگر ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں پاکستان کا قائدانہ کردار

9 ستمبر کے واقعے کے بعد پاکستان نے نئی سفارتکاری کے ذریعے مثال بن کر امن کے لئے کام کیا۔دوسروں کے ساتھ کام کرتے ہوئے پاکستان نے اسلامی دنیا اور مغرب میں جدیدیت اور برداشت کی صلاحیتوں کی آزمائش کے لئے روشن خیالی پر مشتمل حکمت عملی کو آگے بڑھایا۔ جہاں مسلمانوں کو اپنی رُو بہ زوال فکر بدلنے اور مغرب کو ان عالمی تنازعات میں انصاف کے لئے زیادہ دباؤ ڈالنے پر زور دیا گیا ہے' جن سے مسلم دنیا دوچار ہے۔صدر جنرل پرویز مشرف کی روشن خیال سوچ کو ملائیشیا میں اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر بھی بھرپور پذیرائی ملی۔

6-پاکستان دنیا کے سنگین ترین مسئلہ کے حل کے لئے راستہ ہموار کرنے میں پیش پیش ہے۔

پاکستان کی جانب سے جموں وکشمیر کے متنازعہ مسئلہ کے پُرامن حل اور اعتماد کی بحالی کے لئے اٹھائے جانے والے اقدامات کی نظیر نہیں ملتی۔اپنے مفادات اور کشمیریوں کے حقِ خودارادیت کو قربان کئے بغیر اسلام آباد نے لچک اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے' جس کی ابتداء لائن آف کنٹرول پر یکطرفہ جنگ بندی سے کی گئی ہے۔امن کی تلاش کے لئے پاکستان علاقے کے عوام کے امن' انصاف اور وقار کی راہ پر گامزن ہے۔

7-پاکستانی کلچر' انسانیت اور تہذیبی مکالمہ

کے منبع کے طور پر ابھر رہا ہے۔

پاکستانی امن کے سفیر دنیا کے مختلف کلچرز کو یکجا کر رہے ہیں۔ پاکستان کا صوفی ورثہ جو امن اور دانش پر زور دیتا ہے۔

پاکستان مشرقی اور مغربی موسیقی کے منفرد امتزاج سے ایک نیا آہنگ پیدا کر رہا ہے۔ پاکستانی فنکار، موسیقار، مصور اور فیشن ڈیزائنرز ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر رہے ہیں اور پاکستانی قوم کے اُن پہلوؤں کا اُجاگر کر رہے ہیں جو ماضی میں دنیا کی نظروں سے اوجھل تھے۔

8- پاکستان آئی ٹی کی بنیاد پر کاروبار کے لئے سازگار معیشت کی جانب عالمی دوڑ میں مثبت کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہے۔

ایک آزاد تجارتی پالیسی کے باعث پاکستانی کاروبار کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اس وقت پاکستان آئی ٹی اور ٹیلی کام پروفیشنلز کی تربیت، غیر ملکی سرمائے کے حصول اور معیشت کے موجودہ پیداواری سیکٹرز کی مضبوطی کے لئے زبردست کاوشیں بروئے کار لا رہا ہے۔

حکومت اب ایک صحت مند معیشت کے انڈیکیٹرز کو قوم کے افرادی اور قدرتی وسائل کے بہتر استعمال کے ذریعے یقینی بناتے ہوئے اگلی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔

9- پاکستان بین البرعظمی تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے اور علاقائی امن اور محفوظ مستقبل کے حصول کے لئے معاونت پیش کر رہا ہے۔

گزشتہ پانچ برسوں میں پاکستان کی پالیسی نے اس کے کردار کا تعین بطور کاروباری سہولت کار کیا ہے جس سے علاقائی امن کو تقویت ملے گی۔

پاکستان کو سب کی خوشحالی کو ترجیح دیتے ہوئے علاقائی مذاکرات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان کے باہمی انحصار کے تصور پر علاقائی افہام و تفہیم کو فروغ مل رہا ہے۔ ایران سے بھارت تک براستہ پاکستان گیس پائپ لائن سے استحکام کو فروغ ملے گا اور وسطی، مغربی اور جنوبی ایشیا کے درمیان ایک تجارتی راہ بنانے کی اُمید پیدا ہو گئی ہے۔

10- آزادی سے اب تک پہلی بار پاکستان ایک قوم کا روپ دھار رہا ہے۔

صدر جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے کہا تھا کہ ہم اپنی قوم کا مورال بلند کریں گے۔ آج پاکستانی قوم سابقہ عشروں کی طرح دوسروں پر انحصار کرنے والی مایوس قوم نہیں۔ ماضی میں کئی مایوس حکومتی نظم و نسق کے سبب قوم کا مورال اور مفاہمت بہت کمزور تھی۔ آج پاکستان تازہ قومی سوچ کے ساتھ اُبھر رہا ہے جہاں پر اختلافات و مفادات مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر طے کئے جاتے ہیں۔ جس سے بہتر اور خوش کن ملکی پالیسیوں کو مضبوط بنیاد بھی مل رہی ہے۔ آج قوم سمجھتی اور محسوس کرتی ہے کہ پاکستانی قومیت مضبوط ہے اور مستقبل کی تمام پالیسیوں اور منصوبہ بندی میں سب سے پہلے پاکستان کی سوچ کارفرما ہونی چاہئے۔

اقتصادی بحالی کے دس شواہد

"پاکستان میں معیاری اقتصادی انتظام و انصرام کا فروغ اور بعد ازاں منتخب حکومتوں کی طرف سے اس پر موثر عملدرآمد فوجی حکومت کی طرف سے متعارف کروائی جانے والی اہم ترین ڈرامائی تبدیلی ہے۔"

معاملات سے بدعنوانی کا خاتمہ، پالیسیوں میں تسلسل، مستقبل سے ہم آہنگ تخمینہ کاری اور اصولوں پر مبنی فیصلہ سازی نے امورِ حکومت میں جڑیں پکڑنا شروع کر دی ہیں۔"

ڈاکٹر عشرت حسین

گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان

"پاکستان کی حالیہ بے مثال اقتصادی کامیابی، نیک نیتی، روشن خیال قیادت اور دُور اندیش پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ ہمارے وسائل تو وہی ہیں لیکن ہم نے ان سے بے بہا فوائد اٹھائے ہیں کیونکہ ہماری نیت صاف اور ارادہ نیک ہے اور یہی اس انقلاب کی بنیاد ہے۔"

جنرل پرویز مشرف

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان ستمبر 2004

1- گزشتہ پانچ سال پاکستان کی اقتصادی تاریخ کا سنہراترین دور ہے۔ 1999ء میں پاکستان اقتصادی دیوالیہ پن کے دہانے پر تھا جب کہ آج 2004ء میں پاکستان ایک پھلتی پھولتی معاشی قوت بن چکا ہے۔ اقتصادی خسارے کے پورے ایک عشرے کے بعد پاکستان کا بجٹ پچھلے تین سال سے مسلسل سرپلس میں جا رہا ہے۔ پاکستان نے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے پروگراموں کو بغیر کسی تاخیر اور تعطل کے نافذ کیا ہے، جس سے بین الاقوامی مالیاتی برادری میں اسلام آباد ایک اہم اور فعال رکن کی حیثیت سے ابھرا ہے۔

2- پاکستان کی کریڈٹ ریٹنگ 1999ء میں نیگیٹیو Selective Default(SD) سے بہتر ہو کر 2004 میں B2/B ہو گئی ہے۔ اس ریکارڈ کی بنیاد پر پاکستان نے بین الاقوامی مارکیٹ میں داخل ہو کر یورو بانڈ سے 500 ملین امریکی ڈالر اکٹھے کیے۔ بین الاقوامی مارکیٹ کا ردِ عمل غیر معمولی حد تک مثبت اور خریداری ابتدائی اندازوں سے چار گنا زیادہ ہوئی۔ اس مالی کامیابی کا نتیجہ بین الاقوامی سرمایہ کاروں کی طرف سے پاکستان کی اقتصادی پالیسیوں اور حکومت کے اصلاحات کے ایجنڈے پر زیادہ اعتماد کی صورت میں نکلا ہے۔

3- کامیاب اقتصادی اصلاحات کے پانچویں سال میں پاکستان کو بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی Poverty Reduction Growth Facility کی تکمیل کا اعزاز بھی حاصل ہو جائے گا۔ پاکستان اس پروگرام کے تحت یہ کامیابی حاصل کرنے والا پہلا ملک بن جائے گا۔ جو بہترین اقتصادی منصوبہ بندی کی ایک اور علامت ہے۔

4- آج پاکستان کے خزانے میں جتنا سرمایہ ہے، گزشتہ پورے ایک عشرے کے دوران پہلے کبھی نہیں تھا۔ صدر مشرف نے 1999ء میں جب اقتدار سنبھالا تو قومی خزانے میں صرف 1.7 ارب ڈالر تھے جو بمشکل پانچ سے چھ ہفتے کی درآمدات کے لئے کافی تھے۔ جون 2004ء میں سرکاری خزانے میں مجموعی ذخائر کی مالیت 12.3 ارب ڈالر سے تجاوز کر گئی جو چوالیس سے پینتالیس ہفتوں کی درآمدات کے لئے کافی ہیں۔

5- پاکستانیوں کو اقتصادی بحالی کے واضح اشارے ملنا شروع ہو گئے ہیں۔ بحالی کا یہ عمل ماضی کی کوتاہیوں اور بدانتظامیوں کے باعث سست ہے، جن کو دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاہم بہتری کا یہ عمل پورے تسلسل سے جاری و ساری ہے۔

مندرجہ ذیل رجحانات انتہائی اہم ہیں۔

i -حکومت کی بہتر مالی پوزیشن کے باعث سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں گزشتہ پانچ سالوں کے دوران تین گنا اضافہ کیا جاچکا ہے۔

ii -پچھلے پانچ سالوں کے دوران ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن میں تین گنا اضافہ ہوا ہے۔

iii-نیشنل سیونگز سکیم کے تحت منافع بخش پینشنرز بینیفٹ اکاؤنٹ اور بہبود سیونگز سرٹیفکیٹس کے ذریعے بیواؤں، پینشنرز اور بزرگ شہریوں کی آمدنی کی شرح میں نمایاں بہتری آئی ہے۔

iv-عام صارفین اور صنعتی استعمال کنندگان اور زرعی ٹیوب ویلوں کے لئے بجلی کے نرخوں میں کمی کی گئی ہے۔ پاکستان بھر میں ٹیلی فون کے نرخوں میں زبردست کمی کی گئی۔

v-پاکستان کے عوام کو تیل کی قیمتوں میں ہوشربا اضافے سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ یکم مئی 2004ء سے حکومت تیل کی قیمتوں میں اضافے کو صارفین کو منتقل کرنے کی بجائے ازخود برداشت کررہی ہے۔ جس کا مقصد حکومت کے بجٹ پر 20 ارب روپے کا اضافی بوجھ ہے۔

vi-پاکستانی بینک متوسط اور نچلے متوسط طبقے کے افراد کو گاڑیوں کی خرید اور ذاتی قرضوں کی شکل میں آسان شرائط پر سرمایہ فراہم کررہے ہیں تاکہ یہ افراد بھی اپنی زندگی کا معیار بلند کرسکیں۔

ان غیر معمولی اقدامات اور ذاتی گھر بنانے یا خریدنے کے لئے قرضوں کی فراہمی سے اقتصادی سرگرمیوں میں اضافہ ہورہا ہے۔ پاکستان کی اسی فیصد سے زیادہ بینکنگ اور فنانس انڈسٹری نجی ہاتھوں میں ہے، جو بینکنگ کے شعبہ میں موثر اصلاحات کا نتیجہ ہے۔

vii-برآمدات سے ہونے والی آمدن میں 3.5 ارب ڈالر اضافے کے لئے پاکستان کو انیس سال کا عرصہ (1980ء-1999ء) لگا۔ لیکن موجودہ حکومت نے صرف پانچ سال کے محدود عرصے میں اس مد میں 4.9 ارب ڈالر کا اضافہ کیا۔ جس کا مطلب گزشتہ پانچ سال کے دوران ہر سال ایک ارب ڈالر کا اضافہ ہے۔

viii-درآمدات کا حجم 1999ء میں 9.6 ارب ڈالر سے بڑھ کر اب 13.6 ارب ڈالر تک پہنچ گیا ہے۔ یعنی 42 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

ix-بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی طرف سے بھجوائی جانے والی رقوم 1999ء میں 1.1 ارب ڈالر سے بڑھ کر 2004ء میں 4 ارب ڈالر تک پہنچ گئی ہیں۔ یعنی پانچ سال کے عرصے میں 264 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

x-ٹیکس وصولی کا نظام عوام دوست بنادیا گیا ہے۔ لاکھوں پاکستانی اب انتہائی آسان، سادہ اور منظم انداز میں اپنے گوشوارے جمع کرواسکتے ہیں۔ جب کہ 1990ء کے عشرے میں پاکستان خطے میں ٹیکس وصولی کے سب سے ناقص نظام کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔

xi-197.5 ارب روپے کے اضافی ٹیکس کی وصولی میں نو سال 99-1990ء کا عرصہ لگا جب کہ 211 ارب روپے کے اضافی ٹیکس کی وصولی میں صرف پانچ سال (1999ء-2004ء) صرف ہوئے۔

xii-زرعی قرضوں پر شرح سود میں نمایاں کمی کردی گئی ہے جو پہلے 14 فیصد تھی جب کہ اب صرف 8 سے 9 فیصد رہ گئی

ہے۔ملک کے اہم زرعی بینک، زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ سے پولیس کے ذریعے قرضوں کی وصولی کے اختیارات واپس لے لئے گئے ہیں۔

xiii-حکومت نے پاکستانی گندم کی امدادی قیمت میں 33 فیصد اضافہ کر دیا ہے جس سے پاکستانی کاشتکاروں نے گزشتہ سال 25 ارب روپے اضافی کمائے (اگر 20 ملین ٹن کی اوسط پیداوار کے حساب سے تخمینہ لگایا جائے) کاشتکاروں کو گندم کی آئندہ فصل سے اسی قدر اضافی آمدن کی توقع ہے۔

xiv-جی ڈی پی کی حقیقی شرح جو 1999ء میں 4.2 فیصد تھی اس سال 6.4 فیصد تک بڑھ گئی ہے۔

xv-بڑے پیمانے کی مینوفیکچرنگ میں 1999ء میں 3.6 فیصد اضافہ ہوا تھا جو 2004ء میں 18.1 فیصد تک بڑھ گئی ہے۔

xvi-زرعی نشوونما 2004ء میں 2.6 فیصد تک بڑھ گئی ہے جو 1999ء میں صرف 1.9 فیصد تھی۔

xvii-2004ء میں افراطِ زر 4.6 فیصد رہا جو کہ 1999ء میں 5.7 فیصد تھا اور بنیادی افراطِ زر جو کہ خوراک اور توانائی کے شعبے کے علاوہ ہوتا ہے، اس سال 3.7 فیصد تک کم ہو گیا ہے جب کہ 1999ء میں یہ 6.2 فیصد کی خطرناک شرح تک پہنچ چکا تھا۔

6-پاکستان کی کراچی سٹاک ایکسچینج کو 2002ء کے دوران دنیا بھر میں بہترین کارکردگی دکھانے والی مارکیٹ قرار دیا گیا جب کہ 2003ء میں دنیا کی پانچ بہترین مارکیٹوں میں سے ایک قرار پائی۔کے ایس ای انڈیکس پانچ سالوں میں (1055 سے 5279 تک) 400 فیصد سے زیادہ بڑھا۔کے ایس ای کے پاس مارکیٹ سرمائے کی صورت میں اس وقت 20 ارب ڈالر ہیں، یعنی پانچ سالوں میں 390 فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔کے ایس ای سرمایہ کاری پر اوسطاً 15 فیصد سے زیادہ منافع دیتی ہے۔کے ایس ای میں مندرج 700 سے زیادہ کمپنیوں نے یہی شرح منافع ظاہر کی ہے۔مثبت پانچ سالہ اصلاحی ایجنڈے نے پاکستان کو غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لئے ایک پُرکشش مارکیٹ بنا دیا ہے۔

7-پاکستان میں کاروبار کرنے کی لاگت کو بہت حد تک کم کر دیا گیا ہے اور یہ کمی مزید جاری ہے۔حکومت نے مکمل کردہ صنعتی ساز و سامان پر ٹیرف کو 25 فیصد کم کیا ہے جب کہ ٹیرف کی کم سے کم شرح کو 5 فیصد تک برقرار رکھا گیا ہے۔

8-اب پاکستان میں کاروبار کرنا زیادہ آسان اور منافع بخش ہے۔براہِ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اس سال 994.4 ملین ڈالر تک بڑھ گئی جو 1999ء میں 376 ملین ڈالر تھی، یعنی گزشتہ پانچ سالوں کے دوران 152.5 فیصد اضافہ ہوا۔

9-تجارتی رکاوٹوں کو دور کیا جا رہا ہے۔معیشت کے بیشتر شعبوں میں سرمایہ کاری کے لئے کسی سرکاری اجازت نامے کی ضرورت نہیں ہے۔غیر ملکی سرمایہ کار صنعت اور سروسز کے شعبوں میں 100 فیصد کاروباری ملکیت رکھ سکتے ہیں اور اپنا تمام سرمایہ اور منافع آزادانہ طور پر باہر لے جا سکتے ہیں۔صرف گزشتہ ماہ غیر ملکی سرمایہ کاری کی حد کو پچاس فیصد کمی کے بعد 150,000 ڈالر کر دیا گیا ہے۔

10-بیرونی قرضے پانچ سال کے عرصے

میں 37.6 ارب ڈالر سے کم ہو کر 35.3 ارب ڈالر تک رہ گئے ہیں یعنی مختصر عرصے میں 2.3 ارب ڈالر کی کمی ہوئی ہے۔ پاکستان 2000ء-1999ء میں بیرونی قرضوں کے باعث تقریباً دیوالیہ ہو چکا تھا۔ یہ خطرہ اب تقریباً ختم ہو چکا ہے۔

دسمبر 1999ء میں پاکستان کی فوجی حکومت نے اقتصادی بحالی کے پروگرام پر عمل درآمد کے لئے پاکستان کے قابل ترین معاشی ماہرین کی خدمات حاصل کیں۔ اصلاحات کے پروگرام سے سچی لگن اور غیر متزلزل ارادے کے باعث پاکستان، افغانستان اور عراق میں جنگ کے بد اثرات کے باوجود اقتصادی ثمرات سے بہرہ مند ہو رہا ہے۔ ان کامیابیوں کے باوجود ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ بیروزگاری بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جو مزید خراب تو نہیں ہوا، تاہم اس سلسلے میں کوئی نمایاں پیش رفت بھی نہیں ہوئی۔ گزشتہ پانچ سالوں کے دوران اقتصادی شعبے میں ہونے والی بے مثال ترقی کی بدولت پاکستان اب ایسی حالت میں آ چکا ہے کہ معیشت کے ایسے شعبوں پر توجہ دی جائے جس سے روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا ہوں۔

حقیقی بحالیٔ جمہوریت کے دس شواہد

1- جمہوریت کے لوازمات

پاکستان میں ایک صحت مند جمہوری کلچر کی ترقی و فروغ کے لئے تمام متعلقہ شعبہ جات میں بڑے پیمانے پر دُور رَس اصلاحات کی گئی ہیں تاکہ جمہوریت کو ہر سطح پر پنپنے کے بھرپور مواقع مل سکیں۔

مثال کے طور پر پاکستان کے ناکام اداروں کی بحالی، موثر سیاسی اصلاحات کے باعث احتساب اور نظم و نسق میں بہتری، سیاسی جماعتوں سے سیاسی بدعنوانیوں کا خاتمہ، ملکی تاریخ میں زبردست ریکارڈ کا حامل پانچ سالہ اقتصادی اصلاحات کا پروگرام، اختیارات کی مقامی حکومتوں کو منتقلی اور عوام کی ذرائع ابلاغ تک آزادانہ بھرپور رسائی۔

صدر مشرف کی قیادت میں فوجی حکومت کے اصلاحی راست اقدامات کے باعث پاکستان میں حقیقی اور باقی رہنے والی جمہوریت کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ جس کی مثال 1989ء سے 1999ء کے دوران نام نہاد جمہوریت کے پورے دس سالہ عرصے میں نہیں ملتی۔

2- نچلی سطح پر حکومتی امور کی منتقلی

پاکستان بھر میں چھ ہزار سے زیادہ مقامی حکومتوں کو اختیارات منتقل کئے جا چکے ہیں۔ جس سے عام پاکستانی بھی نظامِ حکومت میں شامل ہو گئے ہیں۔ اب کسان، مزدور، خواتین اور اقلیتیں بذاتِ خود یا اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے اپنے علاقوں میں انتظامی اور مالی امور کے متعلق فیصلوں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ فیصلوں میں شرکت کے لئے اب طبقۂ اشرافیہ سے تعلق ہونا ضروری نہیں ہے۔ مقامی حکومتیں متوسط اور نچلے متوسط طبقات کو آگے آنے اور اپنے فیصلے خود کرنے کا موقع دے رہی ہیں۔ جس سے پاکستان میں سیاسی رجحانات تبدیل ہو رہے ہیں کیونکہ ان خامیوں کے باعث پاکستان میں حقیقی جمہوریت گزشتہ 57 سال سے پنپ نہیں سکی۔

3- نئی قیادت کی تیاری

ایک ایسا کلچر جہاں سارا سیاسی نظام

مخصوص شخصیات کے گرد گھومتا ہوا مقامی حکومتوں کے نظام اور اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی سے مستقبل کی قیادت کو اُبھر کر سامنے آنے اور نئے چیلنجز کے لئے خود کو تیار کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ آنے والے دور میں نئے نظام سے ملک میں سیاسی کلچر تبدیل ہوگا اور سیاسی معاملات کی بنیاد اجتماعیت، بہتری اور اہم قومی امور پر ہوگی۔

4- آزادیٔ اظہارِ رائے کا فروغ

جب بھی آزادیٔ اظہار رائے کی بات کی جائے گی تو پوری پاکستانی تاریخ میں ماضی کی کسی بھی منتخب جمہوری حکومت کا صدر مشرف کی انتظامیہ سے کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ آزادیٔ اظہار رائے کی گزشتہ پانچ سال کے دوران جس حد تک سرکاری طور پر حوصلہ افزائی کی گئی، واقعی اپنی جگہ منفرد اور بے مثال ہے۔ اس رجحان کو مزید آگے بڑھایا جارہا ہے۔ آج پاکستان کا سرکاری اور نجی میڈیا متنازعہ امور جیسے امور نسوانیت وغیرہ پر بات چیت کے کلچر کو فروغ دے رہا ہے۔

5- نیا براڈ کاسٹنگ کلچر

2001ء میں پاکستان کی فوجی حکومت نے پاکستانی سیاست اور رائے عامہ کی مثبت تربیت کے لئے انتہائی دُور رس نتائج کا حامل دلیرانہ اقدام اٹھایا۔ نئے ٹیلی ویژن چینلز اور ایف ایم ریڈیو کھلنے سے سیاسی حزب اختلاف کو اپنی بات کہنے کا بھرپور موقع ملا ہے، جس کا پاکستان میں پہلے کوئی رواج نہیں تھا۔ آج نجی شعبے کو دس ٹی وی چینلز کے لائسنس دیئے جا چکے ہیں۔ جس میں سے کئی ایک نے اپنی نشریات شروع کر دی ہیں۔ نتیجتاً پاکستانی عوام کو سیاسی اور ثقافتی امور پر نئے زاویۂ نگاہ سے شناسائی ملی ہے۔ حکومت کو مزید 34 نئے چینلز کے لئے درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔ یہ سب حکومتی انتظام میں کام کرنے والے ادارے PTV کے علاوہ ہیں۔

6- مزید برآں پاکستان میں 20 ایف ایم ریڈیو اسٹیشن بھی قائم ہو چکے ہیں جو سرکاری نشریاتی ادارے ریڈیو پاکستان کے مدِ مقابل اپنی نشریات پیش کر رہے ہیں۔

7- خواتین کو فعال اور بااختیار بنانا

گزشتہ پانچ سال کے دوران پاکستانی خواتین کو آگے بڑھ کر قومی دھارے میں شامل ہونے کے جتنے مواقع ملے ہیں پوری پاکستانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پاکستان بھر میں 35 ہزار سے زیادہ خواتین مقامی حکومتوں میں اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ پاکستان کی فوجی حکومت نے خواتین کے حقوق کے بارے میں آگاہی اور ان کے تحفظ کے لئے 2001ء میں وفاقی سطح پر ایک انتہائی بااختیار ادارہ منسٹری آف ویمن ڈیویلپمنٹ کے نام سے قائم کیا تاکہ خواتین کے حقوق کو غیر اہم یا معمولی نہ سمجھا جائے۔ خواتین کے متعلقہ امتیازی قوانین پر نظر ثانی کی جا رہی ہے اور خواتین کے حوالے سے جنس کی بنیاد پر تعصب آمیز اسلامی اور ملکی قوانین کی تبدیلی کے لئے قومی سطح پر اتفاق رائے کے لئے وسیع پیمانے پر بحث مباحثے کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

گزشتہ پانچ سالوں کے دوران وفاقی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کی تعداد جو 1999ء میں 1.4 فیصد تھی، بڑھا

کر 19.9 فیصد کردی گئی ہے۔

8-اقلیتی گروپوں کے حقوق کا تحفظ

جداگانہ انتخابی نظام کا خاتمہ' ایک لمبے عرصے سے پاکستانی اقلیتوں کا مطالبہ چلا آرہا تھا جس کے باعث وہ ایک ایسی قوت نہ بن پائے جس کو سیاسی شخصیات اور سیاسی جماعتیں کوئی اہمیت دیں۔ صدر پرویز مشرف نے ملک میں مشترکہ انتخابی نظام متعارف کروایا جس سے اقلیتوں کا یہ دیرینہ مطالبہ پورا ہو گیا اور ان کو پاکستانی سیاست کے دھارے میں موثر کردار ادا کرنے کا موقع ملا۔ آج پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں پہلے سے کہیں زیادہ حساس ہیں۔ پچھلے سال اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے 3,908 باصلاحیت طلباء کو 4,701 ملین روپے مالیت کے یونیورسٹی وظائف دیئے گئے جو وزیراعظم کے صوابدیدی فنڈ کا حصہ ہے۔ جنھیں وہ ان کی عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت اور مستحق اقلیتوں کی مدد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

9-نوجوانوں کی صلاحیتوں میں نکھار

پاکستان میں جمہوری سرگرمیوں کے دائرہ کار کو وسعت دینے کے لئے اور پاکستان میں نوجوان اہل ووٹروں کی نئی پود تیار کرنے کے لئے صدر پاکستان نے ووٹروں کی عمر 21 سے کم کر کے 18 سال کر دی ہے۔ نوجوان نسل کی سیاسی تربیت کے حوالے سے حکومت کی پالیسیاں خاصی کارگر ثابت ہوئی ہیں۔ جس سے قومی سیاست میں کئی باصلاحیت نوجوانوں کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع ملا ہے۔

10-مفید و متحرک قانون سازی کی حوصلہ افزائی

کاروکاری کی متنازعہ رسم یا عزت کے نام پر قتل کے خاتمے کے لئے وفاقی اور صوبائی ایوانوں میں پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش دیکھنے میں آرہا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کے خاتمے اور بزرگ شہریوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے حال ہی میں انسانی حقوق کے پارلیمانی کمیشن نے وفاقی پارلیمنٹ میں تین بل جمع کروائے ہیں۔ (اب یہ قانون بن چکے ہیں)

پاکستان بھر میں انفارمیشن ٹیکنالوجی و انٹرنیٹ اور ٹیلی کام کی توسیع کے 10 شواہد

''حکومت پاکستان کی منظم اور مسلسل کوششوں کے باعث آئی ٹی اور ٹیلی کام کے شعبوں میں سرمایہ کاری کی نئی راہیں کھلی ہیں۔''

(میرل لنچ انڈسٹری کی پاکستان بارے رپورٹ)

ملک (پاکستان) امریکی شہریوں کو ٹیلی کام کے شعبے (جو کہ ایک بڑا پیداواری شعبہ ہے) میں سرمایہ کاری کے شاندار مواقع فراہم کر رہا ہے۔ (امریکی کامرس ڈیپارٹمنٹ کی پاکستان بارے رپورٹ)

''حکومت پاکستان کی جانب سے نئے اقدامات کی بدولت برطانوی کاروباری حضرات کو آئی ٹی کے شعبے میں سرمایہ کاری کا مثالی موقع میسر آیا ہے جو کہ سافٹ ویئر کی تیاری اور ترقی کا کام سمندر پار منتقل کر کے اخراجات میں کمی لانا چاہتے ہیں۔''

(برطانیہ کے کمپیوٹر ویکلی کا اداریہ)

1-گزشتہ دہائی کی رکاوٹوں کے مقابلے میں پاکستان نے صرف 5 سالوں میں موثر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سال انٹر نیٹ کی سہولت 29 شہروں سے بڑھا کر

1800 شہروں میں فراہم کی جا چکی ہے۔ بینڈ وڈتھ کی رفتار 32 سے بڑھا کر 930 میگا بائیٹ فی سیکنڈ کر دی گئی ہے۔ بینڈ وڈتھ کی لاگت 87000 امریکی ڈالر سے کم کر کے صرف 3500 ڈالر کردی گئی ہے۔ فائبر کے ذریعے رابطے کی سہولت 53 شہروں سے بڑھا کر 405 شہروں اور قصبوں میں فراہم کر دی گئی ہے۔

2- حکومت مائیکرو سافٹ ونڈوز اور لینکس آپریٹنگ سسٹم کو اردو میں تبدیل کرنے اور اس کے علاوہ مائیکرو سافٹ آفس اور اس کے مقابلے کی دوسری مصنوعات کو اردو میں متعارف کرانے کے لئے کام کر رہی ہے۔ حکومت پاکستان اعلیٰ سطح پر اس بات کو محسوس کر رہی ہے کہ کمپیوٹر میں مقامی زبان کی سپورٹ کے بغیر پاکستانیوں کی وسیع تعداد گلوبلائزیشن کی موجودہ لہر سے مستفید نہیں ہو سکے گی۔

3- 1999ء کے بعد گورنمنٹ نے پاکستان ٹیلی کام کے شعبے کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جو کہ ٹیلی کام کے شعبے میں انقلابی ترقی کا باعث بنا اور جس سے موبائل فون صارفین کی تعداد میں 180 فیصد کا ریکارڈ اضافہ سامنے آیا۔ 2001ء میں اس کی تعداد 225,000 کے مقابلے میں اب اس کی تعداد 4,000,000 ہو چکی ہے۔

4- انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد 1999ء میں 130,000 کے مقابلے میں بڑھ کر اب تقریباً ساڑھے چھ ملین تک ہو چکی ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔

5- الیکٹرونک ٹرانزیکشن آرڈیننس 2002ء کے نفاذ کے ساتھ گورنمنٹ پارلیمنٹ میں پیش کرنے کے لئے ایک بل تیار کر رہی ہے جو کہ ڈیٹا کی حفاظت، سائبر کے جرائم اور دیگر متعلقہ منفی سرگرمیوں پر قانون سازی سے متعلق ہے۔ ملکی قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو جدید خطوط پر استوار کیا جا رہا ہے اور سائبر جرائم سے سختی سے نمٹنے کے لئے خصوصی برانچیں قائم کی جا رہی ہیں۔

6- دسمبر 1999ء میں ملک میں فکسڈ ٹیلی فون لائنوں کی تعداد 30,25,319 تھی جو کہ دسمبر 2004ء میں بڑھ کر 4742408 تک پہنچ گئی ہے اور آئندہ چند ماہ میں ان میں مزید 2,00,000 نئی لائنوں کا اضافہ ہو جائے گا۔

7- آئی ٹی میں توسیع کی بنیادیں رکھنے کے بعد اب گورنمنٹ نے پاکستانی آئی ٹی کی برآمدات کے لئے پیداواری ہدف مقرر کر دیئے ہیں اور 6-2005 کے آخر تک 100 ملین امریکی ڈالر کی برآمدات کا ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس وقت آئی ٹی کی برآمدات 23,22 ملین امریکی ڈالر کے لگ بھگ ہیں۔

8- ڈی ریگولیشن کا شفاف عمل بڑی کامیابی سے بین الاقوامی ٹیلی کام کے سرمایہ کاروں کو پاکستان کی منافع بخش مارکیٹ کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ سال 2004ء میں یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کی دو بڑی ملٹی نیشنل ٹیلی کام کمپنیوں نے نیلام عام کے ذریعے پاکستان میں 780 ملین امریکی ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے۔ اس سے پاکستان کی شہرت ایک ذمہ دار اور دلکش بین الاقوامی ٹیلی کام کی مارکیٹ کی ہو گئی ہے۔

9- اس وقت حکومت پاکستان ایک بڑے شاندار منصوبے کے نفاذ کے سلسلے میں کوشاں ہے، جس کے تحت کمپیوٹر سائنس

لیبارٹریز کی تیاری اور ملک بھر کے مختلف حصوں سے گیارہ فیصد گورنمنٹ کے سکولوں' ہائیر سیکنڈری سکولوں اور کالجوں میں اساتذہ کو تربیت دی جائے گی۔اس منصوبے کے تحت آلات کے حصول کے لئے مختص کردہ اخراجات 900 ملین ڈالر سے زیادہ ہیں جو کہ اس شعبے میں کثیر معاشی سرگرمیوں کا باعث بنے گی۔

10 -حکومت 2002ء سے الیکٹرونک گورنمنٹ کے مختلف ماڈلوں پر کام کر رہی ہے تاکہ پاکستان میں ایک پائلٹ پراجیکٹ کو متعارف کرانے کی تیاری کی جاسکے۔پہلے مرحلے میں یہ پاکستانیوں کو شہری سہولیات مثلاً بجلی' پانی اور ٹیلی فون کی سہولیات فراہم کرنے والے سرکاری محکموں کے ساتھ انٹرایکشن کے قابل بنائے گا۔

سرکاری شعبہ کے اداروں میں تبدیلی کے 10 شواہد

''جب میں اقتدار میں آیا تو ہمیں بہت ہی مشکل صورت حال کا سامنا تھا۔ حکومت جو کچھ بھی کر رہی تھی اور سرکاری تحویل میں جو کارپوریشنیں چل رہی تھیں' وہ سب خسارے میں تھیں۔''

(صدر مشرف جنوری 2004ء)

پی آئی اے

پانچ سال پہلے ماہرین نے پی آئی اے کی بحالی سے ہاتھ دھو لئے تھے۔ 1990ء کی دہائی میں مالیاتی مہم جوئی کے نتیجے میں قومی ائیرلائن زمین بوس ہو چکی تھی۔2000ء کے شروع میں جبکہ صدر مشرف کی فوجی قیادت میں قائم ہونے والی حکومت کو اقتدار سنبھالے صرف تین ماہ ہوئے تھے'پی آئی اے اپنے عملے کی تنخواہیں دینے کے قابل نہیں تھی۔ٹیکسوں کی ادائیگی کے بعد اس کو ایک ارب 88 کروڑ 20 لاکھ روپے کا خسارہ تھا۔صدر پرویز مشرف نے اپریل 2001ء میں پی آئی اے کی نئی انتظامیہ مقرر کر دی۔صرف ایک سال میں پی آئی اے نے دو ارب گیارہ کروڑ اور دس لاکھ روپے کا بعد از ٹیکس منافع کمایا۔شہری ہوابازی میں مندے کے باوجود پی آئی اے نے یہ کامیابی حاصل کی۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ 11 ستمبر 2001ء کے واقعات رونما ہونے کے بعد ائیر لائنوں کا کاروبار شدید مندے کا شکار تھا۔جون 2004ء میں پی آئی اے نے بعد از ٹیکس ایک ارب 40 کروڑ روپے منافع کمایا تھا۔ آج پی آئی اے اپنے فلیٹ میں تین نئے جدید ترین بوئنگ 777 شامل کر رہی ہے۔اس کے علاوہ اس نے پندرہ دیگر ماڈلز کے ہوائی جہاز بھی اپنے بیڑے میں شامل کئے ہیں۔

پاکستان سٹیل ملز

پاکستان کی کارپوریٹ تاریخ میں پاکستان سٹیل ملز میں ہونے والی مثبت تبدیلی کی مثال نہیں ملتی۔پاکستان سٹیل ملز پاکستان کا سب سے بڑا انجینئرنگ کا ادارہ ہے اور اس کی غیر متوقع اچھی کارکردگی بعض بہت ہی دلیرانہ فیصلوں کی مرہونِ منت ہے۔اس ادارے کو خام مال اور قیمتوں کے بین الاقوامی بحران کا سامنا تھا۔حکومت نے اسے اس بحران سے نکال لیا۔چور بازاری کو ختم کرنے کے لئے قیمتوں کو ٹھیک کیا گیا۔آجر اور اجیر کے تعلقات کو بہتر بنانے پر خاص توجہ دی گئی۔کم آمدنی والے ملازمین کے لئے سٹیل ٹاؤن میں موجود کوارٹرز کو بہتر کیا گیا۔

پاکستان سٹیل ملز پچھلے تیس سال کے مقابلے میں اب زیادہ پیداوار زیادہ سیلز اور زیادہ منافع حاصل کر رہی ہے۔ صدر پرویز مشرف نے 2000ء-1999ء میں ادارے میں جن مالی اور انتظامی اصلاحات کا حکم دیا تھا۔ ان کے نتیجے میں کارکنوں میں ایک نیا جذبہ پیدا ہوا۔ ادارے میں انتظامی نظم وضبط نافذ کرنے کی غرض سے جنرل عبدالقیوم کو ادارے کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے۔

پاکستان سٹیل ملز کی تاریخ مشکلات کی تاریخ ہے' لیکن اب اس ادارے نے ایک ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ گزشتہ مالی سال کے دوران اس کی سیلز 25 ارب 80 کروڑ روپے تھیں جبکہ اس کا منافع 6 ارب 28 کروڑ روپے تھا۔ مارکیٹ میں جو پیش گوئی کی گئی تھی' منافع اس سے پانچ گنا زیادہ تھا۔ گزشتہ تیس برس میں پاکستان سٹیل ملز کو سات ارب اور 65 کروڑ روپے کا خسارہ ہوا تھا۔ وہ اب کم ہو کر ایک ارب 58 کروڑ روپے رہ گیا ہے۔ اس مالی سال کے دوران یہ خسارہ بھی ختم ہو جائے گا۔

پاکستان کے کارپوریٹ سیکٹر میں شفافیت کے نئے معیار قائم کرتے ہوئے پاکستان سٹیل ملز کی روزانہ کی سیل کے اعداد و شمار اس کی ویب سائٹ

www.paksteel.com.pk

پر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

پاکستان ٹیلی کام

گزشتہ پانچ سال میں اس ادارے کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر مقابلے کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ یہ ادارہ حکومت کی ملکیت ہے اور آج یہ مارکیٹ میں جارحانہ انداز سے کام کر رہا ہے۔ اس کے نیٹ ورک میں توسیع ہو رہی ہے۔ اس کے ٹیرف کم ہو رہے ہیں اور یہ نئی نئی سروسز متعارف کرا رہا ہے۔ گزشتہ ماہ پی ٹی سی ایل نے 29 ارب 10 کروڑ روپے کے منافع کا اعلان کیا' جو پچھلے سال کے مقابلے میں 12 فیصد زیادہ تھا۔

پاکستان ریلویز

1999ء میں اس ادارے کی حیثیت ایک سفید ہاتھی کی تھی۔ اب ریلوے ایک مستعد ادارہ بن گیا ہے۔ پانچ سال پہلے اس کا منافع نو ارب 90 کروڑ روپے تھا جبکہ آج حکومت کی اصلاحات کے پروگرام کے تحت یہ منافع چودہ ارب 80 کروڑ روپے ہے۔

مشرف حکومت کے قیام کے دو ماہ بعد نیشنل سیکورٹی کونسل اور کابینہ نے فیصلہ کیا کہ پاکستان ریلویز قوم کا سٹریٹیجک اثاثہ ہے اور اسے ملک کے مواصلاتی مفادات کی سپورٹ کے لئے مثبت انداز میں تعمیر کیا جانا چاہئے۔ آج پاکستان ریلویز نے گیارہ مقامات پر اپنے ریزرویشن کے دفاتر کو کمپیوٹر سے لیس کر دیا ہے۔ سات مزید مقامات کو کمپیوٹرائز کیا جا رہا ہے۔ 272 کلومیٹرز کی ریلوے لائنیں مرمت کر کے بہتر بنائی گئی ہیں۔ اسی طرح ایک ہزار مال بردار اور 240 مسافر بردار ڈبے مرمت کر کے بہتر بنا دیئے گئے ہیں۔ یہ کام ریلوے کے اپنے کارخانوں میں ہوا ہے۔

پاکستان آرڈی ننس فیکٹریز

اگرچہ یہ دفاع سے متعلقہ ادارہ ہے تاہم اس کی کارکردگی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یکسو قیادت نے گزشتہ پانچ سال میں کس طرح کے مضبوط اداروں کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس وقت اس کی اسلحہ کی

برآمدات دس کروڑ ڈالر سالانہ ہے۔ منصوبہ یہ ہے کہ آئندہ پانچ سال میں ان برآمدات کو دوگنا کردیا جائے۔ زیادہ تر برآمدات مقامی طور پر تیار کیے گئے عالمی معیار کے ٹینک الخالد' الضرار اور تربیتی ''مشاق'' طیارے کی ہیں۔

یہ ٹریک ریکارڈ بتاتا ہے کہ گزشتہ پانچ سال میں ڈسپلن' جدت' صاف شفاف طریقوں اور اصلاحات کے ذریعے سرکاری شعبہ کی کمپنیوں کو کس طرح تبدیل کردیا گیا ہے اور یہ تمام خصوصیات صدر مشرف کی قیادت میں فوجی حکومت کے دور میں ہی عمل میں آئیں۔

پاکستان کے بین الاقوامی وقار میں اضافے کے 10 شواہد

''پاکستان زندہ باد' پاکستان زندہ باد' پاکستان زندہ باد'' (سعودی عرب کے ولی عہد عبداللہ بن عبدالعزیز کا اسلام آباد کونشن سینٹر میں پاکستانیوں سے خطاب

1- جرأت مندانہ فیصلے

امریکہ میں 11 ستمبر کی دہشت گردی کے واقعات کے بعد بدلتے ہوئے عالمی منظر میں قومی مفادات کے تحفظ کے لئے پاکستانی قیادت نے جرأت مندانہ فیصلے کیۓ' جس سے پاکستان کے وقار میں خاصا اضافہ ہوا اور اس وقت پاکستان دہشت گردی سے نمٹنے کی عالمی جنگ میں فیصلہ کن فرنٹ لائن کا کردار ادا کررہا ہے۔ اسلام آباد کی کثیر الجہتی کوششوں نے بین الاقوامی دہشت گردی کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اس جنگ میں پاکستان کے کردار کا بین الاقوامی اعتراف پاکستان کی جرأت مند قیادت اور بروقت فیصلوں کا ہی ایک ثمر ہے۔

2- بین الاقوامی سوچ میں تبدیلی

مضبوط اور تخلیقی صلاحیت کی حامل سفارت کاری نے پاکستان کے بارے میں امریکہ کی پالیسی یکسر تبدیل کرنے میں مدد دی۔ دونوں ملکوں کے مابین سالوں پرانے تعلقات نے ایک نئی جہت اختیار کر لی ہے جبکہ اس سال واشنگٹن نے اسلام آباد کو ایک بڑا نان نیٹو اتحادی کا درجہ بھی دے دیا ہے۔

3- عالمی معاملات میں بڑھتا ہوا اثر ورسوخ

پاکستان چونکہ دہشت گردی کی جنگ میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ اس لئے عالمی امن قائم کرنے کے لئے اور تنازعات کے خاتمے کے لئے نظریات اور تصورات کی جنگ میں بھی پیچھے نہیں۔ نیویارک ہو' ہیگ ہو' یا روم' صدر مشرف نے اپنے سرکاری دوروں کو ایک پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کرتے ہوئے سیاست دانوں' ماہرینِ تعلیم' تاجروں اور میڈیا تک عالمی امن اور یکجہتی قائم کرنے کے لئے اپنے نظریات کو بہ حُسن وخوبی پہنچایا ہے۔ صدر جنرل پرویز مشرف کی روشن خیال حکمت عملی مغرب اور مشرقِ وسطیٰ کے مسلمانوں کے درمیان تعاون و دوستی کے لئے ایک بہترین راہِ عمل فراہم کرتی ہے۔

4- پرانے تعلقات کی بحالی

حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے فوراً بعد صدر مشرف نے مسلمان ممالک سے برادرانہ تعلقات کے فروغ کے لئے نظریاتی تاریخی اور مذہبی حوالوں سے بہت کام کیا۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (او آئی سی) نے متفقہ طور پر پاکستان کی روشن خیال میانہ روی کی حکمتِ عملی اور او آئی سی کو متحرک کرتے

کے نظریات کی بھرپور تائید کی ہے۔

5-عالمی فورم میں نمائندگی

پاکستان ستمبر 2002ء میں اقوام متحدہ کی پندرہ رکنی سلامتی کونسل کا چھٹی دفعہ رکن منتخب ہوا اور 2004ء میں اقوام متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق میں مسلسل آٹھویں ٹرم کے لئے دوبارہ منتخب ہوا۔ آج پاکستان او آئی سی، ایشین گروپ اور اقوام متحدہ میں G77 میں اہم مقام پر فائز ہے۔

6-متحرک بین الاقوامی کردار

پاکستان کو دنیا میں آج علاقائی اور بین الاقوامی معاملات میں اثر و رسوخ کے حوالے سے اہم تصور کیا جاتا ہے۔ پاکستان نے سوڈان کے بحران کے لئے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ ملک کی سفارتی اور فوجی خدمات اقوام متحدہ کے تحت بدامنی والے علاقوں میں استعمال ہو رہی ہیں۔ حال ہی میں عراق میں استحکام لانے کے لئے پاکستانی افواج کی خدمات حاصل کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ 1960ء سے پاکستان اقوام متحدہ کے امن آپریشن میں سب سے زیادہ اور لگاتار خدمات فراہم کرنے والا ملک ہے۔

7-قابلِ اعتبار عالمی ساتھی

چین اور روس کی حکومتوں نے شنگھائی کی آپریشن آرگنائزیشن میں پاکستان کی شمولیت کو اصولی طور پر تسلیم کیا ہے۔ پاکستان ASEAN کے علاقائی فورم کا بھی رکن بن گیا ہے اور اسلام آباد کو غیر مشروط طور پر دولت مشترکہ میں بھی بحال کر دیا گیا ہے۔

8-امن کی قوت

پاکستان امن کے علاقائی وژن کے لئے اور مغرب، سنٹرل اور جنوبی ایشیا میں اقتصادی تعاون کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ اسلام آباد بھارت کے ساتھ خود مختاری، مساوات اور باہمی مفادات کی بنیاد پر جامع مذاکرات کی پالیسی پر گامزن ہے اور تمام تنازعات کو حل کرنا چاہتا ہے۔

9-ایک تسلیم شدہ ابھرتی معیشت

پاکستان نے بین الاقوامی مالی منڈیوں میں ایک سنجیدہ ملک کی شہرت اور حیثیت بحال کر لی ہے۔ دنیا کے ساتھ پاکستان کی بزنس کمیونٹی کا میل ملاپ بڑھا دیا گیا ہے۔ یہ مشرف انتظامیہ کی ترجیحات میں سے ایک ہے۔

10-بین الاقوامی تعلقات میں اضافہ

پاکستان یورپی یونین کے ساتھ اپنے تعلقات کو وسعت دے رہا ہے جبکہ یورپی یونین نے اپریل 2004ء میں پاکستان کے ساتھ تھرڈ جنریشن ایگریمنٹ کی تائید کی ہے۔

قومی مفاد سے وابستگی کے دس نکات

مشکلات کے باوجود گزشتہ چار سالوں میں ہمارے ارادوں کی شدت اور اقدامات کے تسلسل میں کوئی کمی نہیں آئی، ہمیں ناکام کہنے والوں کو خبر نہیں کہ پاکستان اس وقت موجودہ دور کے تمام تقاضوں کو نبھاتے ہوئے ترقی کی دوڑ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شامل ہے۔

(ورلڈ اکنامک فورم کے ایوان سے جنرل مشرف کا خطاب۔ جنوری 2004ء)

1-میں ایسا شخص نہیں ہوں جو کسی دباؤ کا شکار ہو کر ملکی مفاد کے برعکس فیصلے کرے۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے کوئی سمجھوتہ کیا تو میں ایسا کرنے والا آخری شخص ہوں گا۔

(صدر مشرف کی واشنگٹن جاتے ہوئے جہاز میں صحافیوں سے گفتگو ستمبر 2004ء)

2-کشمیر کے نازک مسئلہ سے رُوگردانی نہیں کی جاسکتی۔ کسی بھی پاکستانی رہنما کے لئے اس مسئلہ سے صرف نظر ممکن نہیں۔ میں وضاحت کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ ہم کشمیر سمیت تمام تر مسائل پر بات کئے بغیر ہندوستان سے کسی بھی قسم کے مراسم، بشمول سی بی ایم اور معاشی تعلقات، بہتر طور پر قائم نہیں کر سکتے۔

(جنرل مشرف کی بھارت کے عوام سے سیٹلائیٹ کے ذریعے گفتگو۔ مارچ 2004ء)

3-میں نہایت واضح الفاظ میں کہتا ہوں کہ ہم ملکی مفاد کی خاطر دہشت گردی کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ اس کوشش سے ملکی وقار دنیا بھر میں بحال ہوا ہے اور اب ہمارا نقطہ نظر پوری دنیا میں سنا جاتا ہے۔ وہ وقت گزر چکا ہے جب ہم دوسروں کے اشاروں پر چلتے تھے۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ ملکی مفاد کے عین مطابق ہے۔

(صدر مشرف کا اٹلی کے شہر روم میں پاکستانیوں سے خطاب، ستمبر 2004ء)

4-دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم نمایاں اور کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب کوئی ہم پر دہشت گردی کے خلاف کچھ نہ کرنے کا الزام لگاتا ہے، جبکہ ہم اس جنگ کے سب سے بڑے حصہ دار ہیں۔

(صدر مشرف کا بی بی سی سے انٹرویو 2004ء)

5-اس سے پہلے ہمارے اور مغرب کے درمیان غلط فہمیوں کی آہنی دیوار حائل تھی۔ اب ہمیں بہت سے اقدامات کرنے ہوں گے۔ مغرب کی بڑی طاقتوں کو مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے گھمبیر مسائل کے حل کی طرف غیر معمولی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(صدر مشرف کا یو این او کی جنرل اسمبلی سے خطاب۔ ستمبر 2004ء)

6-پاکستان ہماری سرزمین ہے اس میں ہمارا خون پسینہ شامل ہے ہم جو کچھ بھی ہیں اس ملک کی بدولت ہیں۔ اگر کسی شخص یا گروہ کو اپنے رہنماؤں سے کوئی خاص شکایت ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ براہِ راست بغیر کسی فرق کے رہنماؤں سے شکایات کا اظہار کریں۔ ملکی مفاد کے خلاف کوئی بھی قدم غداری کے برابر ہے۔

(صدر مشرف کا جناح کنونشن میں طلباء سے خطاب۔ مئی 2004ء اسلام آباد)

7-پاکستان جنوبی ایشیا، زیر تعمیر افغانستان، وسطی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے لئے جغرافیائی اعتبار سے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان کا شمار ان چند ملکوں میں بھی ہوتا ہے جن سے چین انتہائی کم فاصلے پر واقع ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان پوری دنیا کے لئے بھی جغرافیائی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔

(صدر مشرف کا ورلڈ اکنامک فورم سے خطاب 2004ء)

8-عراق کی موجودہ صورتِ حال کے تناظر میں پاکستانی عوام عراق میں فوج بھیجنے کے خلاف ہیں اور ہماری پالیسی بھی اسی پر مبنی ہے۔

(صدر مشرف کے عراق فوج بھیجنے کے مسئلے پر تاثرات، نیویارک، ستمبر 2004ء)

9-انسانی حقوق کے اعتبار سے پاکستان کی صورتحال بہت سے دوسرے ممالک کے مقابلے میں بہتر ہے۔

(صدر مشرف کا یو ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے الزامات پر تبصرہ، روم، ستمبر 2004ء)

10-پاکستان اپنے ایٹمی پروگرام کو ختم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا بلکہ اس میں مثبت تبدیلیاں لائی جائیں گی۔

(صدر مشرف پریس کانفرنس، اسلام آباد، مارچ 2004ء)

جنوبی وزیرستان میں ترقیاتی اقدامات

قاضی فضل احمد

جب صدر جنرل پرویز مشرف نے اقتدار کی باگ ڈور سنبھالی تو انہوں نے اپنے قابل اعتماد ساتھی اور گورنر سرحد لفٹیننٹ جنرل (ر) افتخار حسین شاہ کو جو کہ ایک باصلاحیت دانش ور اور مخلص انسان ہیں فاٹا کی ترقی اور ان علاقوں کو قومی دھارے پر شامل کرنے کا ٹاسک سونپ دیا۔ انہوں نے اس ٹاسک کو بطور احسن مکمل کرنے کے لئے فاٹا سیکرٹریٹ کے قیام کو ضروری سمجھا۔ من جملہ دیگر کئی ایک فوائد کے فاٹا سیکرٹریٹ کے قیام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے قبائل میں بالعموم اور قبائلی اشرافیہ میں بالخصوص خودداری اور خود شناسی کا ایک احساس پیدا ہوا۔ فاٹا سیکرٹریٹ اگر ایک جانب قبائلی علاقوں میں ترقیاتی کاموں کے لئے مہمیز کا کام دے رہی ہے تو دوسری طرف ماضی میں کی جانے والی کرپشن اور بدعنوانی کے راستوں کا سدباب کرنے کے لئے بھی اپنا مثبت کردار ادا کرتی ہے۔ صوبہ سرحد سے ملحقہ قبائلی ایجنسیوں میں جنوبی وزیرستان کو اب ایک خاص مقام حاصل ہے۔ رقبے کے لحاظ سے سب یہ سے بڑی ایجنسی ہے، یہ ایک درخشاں تاریخ کی حامل ہے۔ اس میں بسنے والے قبائل نے ہر آڑے وقت میں وطن عزیز کی سالمیت اور بقا کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ جب کشمیر میں ڈوگرہ راج کی ریشہ دوانیاں عروج پر تھیں اور بھارتی افواج کا جنگی جنون روز بروز ایک خطرہ بنتا جا رہا تھا تو ہمارے ان محسود اور وزیر قبائل ہی نے افواج پاکستان کے شانہ بشانہ نہ صرف ان کا راستہ روکا بلکہ انہیں دلی کا راستہ دکھا دیا۔ بدقسمتی سے پچھلے چند عرصے سے شرپسند عناصر ایجنسی کے امن و امان کو خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ گورنر سرحد اور پولیٹیکل ایجنٹ عصمت اللہ گنڈا پور کی انتھک کوششوں سے احمد زئی قبائل کی تقریباً تمام شاخوں نے حکومت سے معاہدہ کر لیا ہے۔ جس کے تحت وہ غیر ملکیوں کو کسی صورت پناہ نہیں دیں گے اور حکومت کے مطالبے پر مطلوب افراد کو حکومت/ پولیٹیکل انتظامیہ کے حوالے کریں گے۔ گورنر سرحد کی کوششوں سے جنوبی وزیرستان ایجنسی کے سالانہ ترقیاتی پروگرام 05-2004 کے لئے 574.9 ملین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ شعبہ صحت کے لئے 60 ملین روپے، تعلیم کے فروغ کے لئے 127 ملین، پبلک ہیلتھ کے لئے 36 ملین روپے، مواصلات کے لئے 106 ملین روپے، ہاؤسنگ اور تعمیرات کے لئے 9 ملین روپے، بجلی کی ترسیل کے لئے 28 ملین روپے، زراعت کے لئے 18 ملین

روپے' جنگلات کے لئے 21 ملین روپے' رورل ڈویلپمنٹ کے لئے 9.2 ملین روپے' آبپاشی کے لئے 9.88 ملین روپے' منرل ڈویلپمنٹ کے لئے 22.9 ملین روپے' ایجنسی ڈویلپمنٹ پروگرام کے لئے 41.9 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

پولیٹیکل ایجنٹ عصمت اللہ گنڈا پور نے ترقیاتی سکیموں کو بروقت مکمل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور ان کی نگرانی میں ترقیاتی فنڈ کے صحیح استعمال کو یقینی بنایا جا رہا ہے۔

اس سالانہ ترقیاتی پروگرام کے علاوہ گورنر سرحد کی طرف سے خصوصی پیکج کے تحت علاقہ کی ترقی کے لئے 218.6 ملین روپے مختص کئے ہیں۔ جن کے تحت مواصلات کے لئے 20 ملین روپے' بجلی کے لئے 16 ملین روپے' صحت کے لئے 10 ملین روپے' آبنوشی کی سکیموں کی تکمیل کے لئے 53 ملین روپے' آبپاشی کے لئے 21 ملین روپے اور صحت کے لئے 10 کروڑ روپے سے مذکورہ شعبوں کی سکیموں کو مکمل کیا جائے گا۔ ان منصوبوں کی تکمیل سے ایجنسی ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے علاوہ قبائلی عوام کا معیار زندگی بلند ہو جائے گا اور ایجنسی میں سبز انقلاب و خوشحالی آئے گی۔

گورنر سرحد جنوبی وزیرستان ایجنسی کے ترقیاتی منصوبوں کی جلد تکمیل چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیم کے فروغ میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ایجنسی کے ہر سب ڈویژن میں کالج کھولے جا رہے ہیں۔ بچیوں کی تعلیم کے لئے وانہ میں گرلز ڈگری کالج قائم کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح لدھا' سروکائی کے مقامات پر گرلز ہاسٹل تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ اس سال وانہ میں سٹوڈنٹ ہاسٹل کی تعمیر کی جائے گی۔ ان اقدامات سے ایجنسی میں شرح خواندگی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روزگار کے بہتر مواقع میسر ہوں گے۔

پولیٹیکل ایجنٹ عصمت اللہ گنڈا پور نے کہا کہ خصوصی پیکج کے تحت وزیر ایریا' ٹنتوئے' منتوئے' شکاتی اورا نگوراڈا میں زندگی کے تمام شعبوں میں سہولیات بہم پہنچائی جا رہی ہیں۔ صحت کے شعبہ کی ترقی کے حوالے سے پولیٹیکل ایجنٹ نے کہا کہ وانہ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ڈاکٹروں کی رہائش گاہوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ہسپتال میں لیبارٹری اور دوسری سہولیات میسر کی جا رہی ہیں۔ جنڈولہ وانہ روڈ پر کیٹگری B ہسپتال تعمیر کیا جائے گا جس سے صحت کی سہولیات سے محروم عوام کو صحت کی بنیادی سہولیات میسر ہو جائیں گی۔ جنوبی وزیرستان ایجنسی میں زمینی راستوں کے علاوہ فضائی رابطہ کے لئے وانہ ائرپورٹ پر کام تیزی سے جاری ہے۔ انجینئرنگ کور نے تقریباً 80 فیصد کام مکمل کر لیا ہے۔ باقی ماندہ کام بھی جلد مکمل ہو جانے کے بعد ائرپورٹ عوام کے لئے کھول دیا جائے گا۔

ترقیاتی کاموں کی تکمیل کے لئے سب قبائلی عوام کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ قبائلی محب وطن ہیں انہوں نے ہر موقع پر ملک کی سلامتی اور بقاء کے لئے ہر قسم کی قربانی دی اور اپنی مدد آپ کے تحت ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرتے چلے آ رہے ہیں۔

قوی امید ہے کہ جنوبی وزیرستان ایجنسی کے عوام حکومت اور پولیٹیکل انتظامیہ کی طرف سے جاری

ترقیاتی پروگراموں کی تکمیل میں متعلقہ محکموں اور ایجنسیوں کے ساتھ مکمل تعاون کریں گے اور امن و امان کے سلسلے میں پولیٹیکل انتظامیہ کے شانہ بشانہ دہشت گردی اور شر پسند عناصر کی سرکوبی کے لیے کمربستہ ہوں گے۔

موجودہ حالات میں ترقیاتی سکیموں کے لئے خطیر رقم مختص کرنا گورنر سرحد لیفٹیننٹ جنرل (ر) افتخار حسین شاہ اور پولیٹیکل ایجنٹ عصمت اللہ گنڈاپور کا طرہ امتیاز ہے۔ان کی کوششوں سے ایجنسی دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے اور وہ وقت دور نہیں جب جنوبی وزیرستان ایجنسی میں دیگر علاقوں کی سی سہولیات میسر ہوں گی۔

وزیراعظم شوکت عزیز نے جنوبی وزیرستان ایجنسی پر عائد اقتصادی پابندیاں فوری طور پر ختم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے لئے قبائلی عوام کی قربانیوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔قبائلی علاقے پاکستان کا قلعہ ہیں اور قبائلی عوام مغربی سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ وزیراعظم نے قبائلی علاقوں میں ترقیاتی کاموں کے لئے مزید ایک ارب روپے کے فنڈ کا اعلان کیا اور کہا کہ پچاس کروڑ روپے فوری جاری کئے جا رہے ہیں۔حکومت کے اس فیصلے سے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

ہم مسلمان ایک خدا' ایک رسول' ایک کتاب پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارے لئے لازمی اور ناگزیر ہے کہ ہم ملت کی حیثیت سے بھی ایک ہوں۔

(قبائلی سرداروں سے خطاب پشاور 17 اپریل 1948ء)

ایوانِ نمائندگان

ارشاد امین

محمد ابراہیم جتوئی

این اے-202 شکار پور-I

نیشنل الائنس

محمد ابراہیم جتوئی 8- ستمبر 1947ء کو شکار پور (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیمی مراحل مکمل کرنے کے بعد 1968ء میں بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ زراعت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ ان کا تعلق جتوئی قبیلے کے سردار گھرانے سے ہے۔ ان کا خاندان علاقے میں سیاسی و سماجی حوالے سے نمایاں ترین مقام و مرتبے کا حامل ہے۔ اس خاندان کے افراد ملکی و صوبائی اور مقامی سطح پر مختلف عوامی، سیاسی اور انتظامی عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ جتوئی قبیلے کے سربراہ سردار خادم حسین جتوئی بھی اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

محمد ابراہیم جتوئی اپنے خاندان اور قبیلے کے دیگر افراد کی طرح عوام کی خدمت پر یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے سیاست میں آنے کا فیصلہ بھی اسی جذبے کے تحت کیا اور نیشنل پیپلز پارٹی سے وابستگی اختیار کی۔ جس کے سربراہ سابق نگران وزیراعظم اور بزرگ سیاستدان غلام مصطفیٰ خان جتوئی ہیں۔ پاکستان میں جتوئی قبیلے کے کئی افراد اس وقت بھی قومی، صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کے رکن ہیں جبکہ ان میں کچھ وفاقی اور صوبائی وزراء کے طور پر بھی کام کر رہے ہیں۔

محمد ابراہیم خان جتوئی اپنے علاقے میں ایک مخلص اور پُرعزم سیاسی و سماجی رہنما کے طور پر اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ انہوں نے علاقے کے غریب، نادار اور مستحق افراد کی امداد و اعانت کے لئے ہمیشہ اپنے گھر کے دروازے کھلے رکھے ہیں۔ انہوں نے سماجی بھلائی اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ وہ ایسے افراد اور اداروں کی معاونت بھی کرتے ہیں جو عوام کے مسائل حل کرانے کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کی کاوشوں سے علاقے میں تعمیر و ترقی کے منصوبے شروع ہوئے اور عوام کو زندگی کی بنیادی سہولیات کی فراہمی پر خصوصی توجہ دی گئی۔ وہ اس وقت بھی اپنے حلقے میں کئی ترقیاتی منصوبے شروع کرانے کے لئے کوشاں ہیں۔

محمد ابراہیم جتوئی اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں قومی اسمبلی کی نشست کے لئے نیشنل الائنس کے نامزد امیدوار تھے۔ جس پر انہیں کامیابی نصیب ہوئی۔ بطور رکن قومی اسمبلی وہ دفاع، خزانے، خارجہ امور اور قانون کے شعبوں کو اپنی ترجیحات میں شامل کرتے ہیں۔ وہ قومی اسمبلی کی مجالسِ قائمہ برائے ثقافت، کھیل، سیاحت اور امورِ نوجوانان، کیبنٹ سیکرٹریٹ اور ہاؤس اینڈ لائبریری کے رکن ہیں۔ وہ فرانس، بلجیم، برطانیہ،

وزیراعظم شوکت عزیز قومی اسمبلی کے اراکین سے ملاقات کر رہے ہیں

ایوانِ نمائندگان

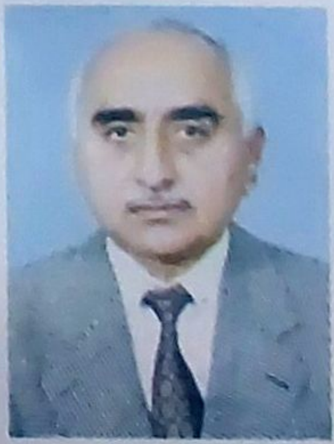

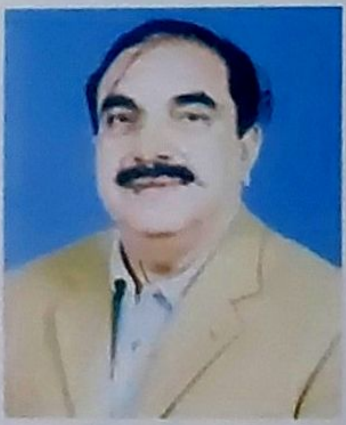

محمد ابراہیم جتوئی

سردار سلیم جان خان مزاری

محمد اجمل خان

چینی انجینئرز کی میتوں کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ چین روانہ کیا جا رہا ہے

چینی نائب وزیر خارجہ قبائلی جرگہ کے نمائندوں سے ملاقات کر رہے ہیں

قبائلی جرگہ کے نمائندہ نائب چینی وزیر خارجہ
کو بھیڑوں کا تحفہ دے رہے ہیں

شام، عراق اور سعودی عرب کی سیر و سیاحت کر چکے ہیں۔ ان کے پسندیدہ مشاغل میں مطالعہ، شکار اور گھوڑ سواری شامل ہیں۔ وہ شادی شدہ ہیں۔

قومی اسمبلی کا حلقہ این اے 202 شکار پور-I تعلقہ شکار پور اور تعلقہ خان پور پر مشتمل ہے۔ یہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی کل تعداد دو لاکھ چون ہزار نو سو بیالیس ہے جن میں ایک لاکھ اٹھارہ ہزار نو سو چھیانوے خواتین اور ایک لاکھ پینتیس ہزار نو سو چھیالیس مرد ووٹرز ہیں۔ اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں یہاں کل چورانوے ہزار تین سو ایک ووٹ ڈالے گئے جبکہ پانچ امیدواروں کے درمیان مقابلہ تھا۔ محمد ابراہیم جتوئی ترپن ہزار دو سو پینتیس ووٹ لے کر سر فہرست رہے اور کامیاب قرار پائے۔ ان کے مقابلے میں پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین کے امیدوار آفتاب شعبان میرانی چالیس ہزار ایک سو پچیس ووٹ لے کر دوسرے نمبر پر رہے۔

☆☆☆☆

سردار سلیم جان خان مزاری

این اے 210، جیکب آباد-III

نیشنل الائنس

سردار سلیم جان خان مزاری 19 جون 1953ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد انہوں نے 1978ء میں یونیورسٹی آف سندھ، جامشورو (حیدر آباد) سے گریجویشن کیا۔ وہ زراعت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ ان کا تعلق موجودہ ضلع راجن پور اور سندھ و بلوچستان میں آباد مزاری قبیلے کے سردار خاندان سے ہے۔ ان کے آباؤ اجداد صدیوں پہلے ایران سے اس علاقے میں آئے تھے۔ اسی خاندان کے ایک سردار میر حمل خان مزاری نے روجھان کے نام سے تاریخی قصبہ تعمیر کرایا۔ اس خاندان نے سکھ حملہ آوروں کو شکست دے کر یہ علاقہ اپنے قبیلے سے آباد کیا۔ اس خاندان کے بزرگوں میں نواب سر امام بخش خان مزاری (متوفی 1901) نواب سر محمد ابراہیم خان ثانی (متوفی 1923) اور نواب سر دوست محمد خان عہد ساز اور تاریخی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ سلیم جان خان مزاری کے دادا سردار میر مراد خان مزاری اپنے بھائی سر دوست محمد کے لاولد فوت ہونے کے بعد قبیلے کے سربراہ مقرر ہوئے تھے۔ جن کے بعد میر بلخ شیر خان مزاری نے سرداری سنبھالی جو کہ سلیم جان خان مزاری کے تایا ہیں اور انہوں نے ملکی سیاست میں بھی بڑا نام کمایا ہے اور وہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم اور سنیئر سیاست دان ہیں۔

سردار سلیم جان خان مزاری کے والد سردار شیر جان مزاری سیاست سے دور رہے لیکن وہ ایک متحرک سماجی رہنما کے طور پر اپنے علاقے میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اس طرح ان کے چچا سردار شیر باز خان مزاری بھی ملک کے نامور سیاست دانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ سردار سلیم جان مزاری نے اپنے آبائی علاقے سے ملحقہ سندھ کے ضلع جیکب آباد سے اپنی عوامی اور سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ وہ سندھ اسمبلی کے رکن اور صوبائی کابینہ میں وزیر کی حیثیت سے بھی شامل رہے۔ اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں وہ نیشنل الائنس کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی اور سندھ اسمبلی کے لئے میدان میں اترے اور دونوں نشستوں پر کامیاب رہے۔ وہ امورِ خارجہ، قانون اور خواتین کی ترقی کو اپنی ترجیحات میں شامل کرتے ہیں۔ اس وقت وہ وزیر اعظم کی خصوصی مشاورتی کمیٹی کے رکن ہیں جبکہ وہ قومی اسمبلی کی مجلسِ قائمہ برائے پانی و بجلی کے چیئرمین بھی منتخب ہو چکے ہیں۔ وہ مجالسِ قائمہ برائے منصوبہ بندی و

ترقی اور تعلیم کے بھی رکن ہیں۔وہ مطالعے کے شوقین ہیں۔وہ شادی شدہ ہیں اور دو بیٹیوں کے شفیق ومہربان والد ہیں۔

قومی اسمبلی کا حلقہ این اے 210 جیکب آباد-III تعلقہ کشمور' کندھ کوٹ تعلقہ کے علاقوں تنگوانی ٹاؤن' کرم پور ٹاؤن' غوث پور ٹاؤن' تنگوانی سب ٹاؤن کمیٹی اور غوث پور سب ٹاؤن کمیٹی پر مشتمل ہے۔ یہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی کل تعداد دو لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو چھیانوے ہے۔جن میں ایک لاکھ بتیس ہزار دو سو پینتیس خواتین اور ایک لاکھ چھپن ہزار ایک سو اکسٹھ مرد ووٹرز ہیں۔ 2002ء کے عام انتخابات میں یہاں کل ایک لاکھ سینتیس ہزار تین سو سرسٹھ ووٹ ڈالے گئے جبکہ گیارہ امیدواروں میں مقابلہ تھا۔سردار سلیم جان مزاری بیاسی ہزار آٹھ سو دس ووٹ لے کر سرفہرست رہے اور کامیاب قرار پائے۔ان کے مقابلے میں پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین کے میر عمران خان بجارانی انتالیس ہزار سات سو تینتالیس ووٹ لے کر دوسرے اور ایم ایم اے کے مولوی عبدالحفیظ بجارانی آٹھ ہزار ستاسی ووٹ لے کر تیسرے نمبر پر رہے۔

☆☆☆☆

محمد اجمل خان

سینٹ آف پاکستان

وفاقی قبائلی علاقہ جات

آزاد

محمد اجمل خان 15-نومبر 1952ء کو پیدا ہوئے۔انہوں نے ابتدائی تعلیمی مراحل لارنس کالج مری سے مکمل کرنے کے بعد پاک فوج میں شمولیت اختیار کر لی۔ انہوں نے پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول سے گریجویشن کیا۔پاکستان آرمی میں وہ لیفٹیننٹ کے عہدے تک پہنچ کر سول سروس میں چلے گئے اور اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر کام کرتے رہے۔تاہم اپنے والد کی وفات کی وجہ سے انہوں نے ملازمت کو خیر باد کہا اور سیاست کے میدان میں آ گئے جو کہ ان سے پہلے ان کے والد مرحوم اور دیگر اہلِ خاندن کے پاس تھا۔ان کا تعلق شمالی وزیرستان کے ایک اہم اور ممتاز خاندان سے ہے جس کے کئی افراد اہم سیاسی و انتظامی عہدوں پر فائز رہنے کا اعزاز رکھتے ہیں۔

محمد اجمل خان کے والد ملک جہانگیر خان شمالی وزیرستان ایجنسی سے قومی اسمبلی کے رکن رہے۔ان کے ناگہانی اور بے وقت انتقال کے بعد خود محمد اجمل خان نے اپنی اعلیٰ سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا۔تاہم سرکاری ملازمت سے استعفیٰ کے بعد دو سال تک الیکشن میں حصہ لینے پر پابندی کی وجہ سے ان کے چچا ملک نادر خان قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔وہ جونیجو دورِ حکومت میں وزیر بھی رہے اور دوبارہ 1988ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ملک محمد اجمل خان 1990ء میں پہلی بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تو وزیراعظم میاں نواز شریف کی وفاقی کابینہ میں انہیں کھیلوں کا وزیر بنایا گیا۔جب بلخ شیر مزاری عبوری وزیراعظم بنے تو انہیں پٹرولیم وقدرتی وسائل کا وزیر مملکت نامزد کیا گیا۔تاہم نواز شریف حکومت کی بحالی کے بعد دوبارہ کھیل کے وزیر بن گئے۔

ملک محمد اجمل خان اور ان کے خاندان کے دیگر افراد ہمیشہ اپنے علاقے کی تعمیر وترقی کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ان کے والد مرحوم اور چچا نے علاقے میں کئی اہم ترقیاتی منصوبے شروع کرائے۔جن کی تکمیل میں وہ خود بھی سرگرم عمل رہے ہیں ان کی کاوشوں سے شمالی وزیرستان ایجنسی کے دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں پہلی دفعہ لوگوں کو زندگی کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی کی

طرف توجہ دی گئی۔ان کے بھائی ملک فرید خان جو کہ اس وقت شمالی علاقہ جات کے چیف سیکرٹری ہیں' اپنے علاقے کے عوام کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہے ہیں۔

ملک محمد اجمل خان مارچ 2003ء میں سینٹ کے نئے انتخابات کے موقع پر فاٹا کے لئے مختص سینٹ کی نشستوں پر امیدوار بنے اور کامیاب ہوئے۔وہ سینٹر منتخب ہونے کے بعد اپنے علاقے میں سکولوں' ہسپتالوں اور سڑکوں کی تعمیر کے لئے کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں۔انہوں نے حکومت سے کافی فنڈز منظور کرائے ہیں جبکہ گورنر سرحد کے ترقیاتی منصوبوں میں بھی اپنے علاقے کے لئے کافی کام منظور کرایا ہے۔وہ سینٹ کی فنکشنل کمیٹی برائے مسائل کم ترقی یافتہ علاقہ جات کے علاوہ مجالسِ قائمہ برائے مذہبی و اقلیتی امور اور ورکس' ماحولیات و شہری امور کے رکن ہیں۔ابھی حال میں جب چوہدری شجاعت حسین نے وزارتِ عظمیٰ کا منصب سنبھالا تو قبائلی علاقے کو وفاقی کابینہ میں نمائندگی دینے کا فیصلہ ہوا اور ملک محمد اجمل خان کی طویل وسیاسی وملی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں وفاقی وزیر برائے بلدیات دیہی ترقی کا قلمدان سونپا گیا۔تاہم وزیر اعظم شوکت عزیز کی کابینہ میں انہیں وزیر ثقافت' کھیل و سیاحت و امورِ نوجوانان کے عہدے پر فائز کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆

دینا کا آٹھواں عجوبہ

ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن کے ایک ٹاؤن ہال میں ایک عجیب وغریب گھڑیال نصب ہے۔قیاس ہے کہ آئندہ تین سو سال تک یہ صرف چار یا دس سیکنڈ آگے جائے گا۔اس گھڑیال کا وزن چار ٹن ہے اور اس کے ایک لاکھ دس ہزار پرزے ہیں۔یہ ایک ڈچ گھڑی ساز جنسیں اولس کی عمر بھر کی محنت کا پھل ہے۔اس کا سب سے بڑا حصہ یعنی ''ڈائل'' مقامی وقت بتاتا ہے۔گھڑیال کا سب سے شاندار حصہ وہ ہے جو ہر سال 31 دسمبر کے روز بارہ بجے پانچ منٹ کے لیے کام کرتا ہے۔اس کے نتائج پانچ مختلف ڈائلوں اور مستطیل نما کیلنڈر پر ظاہر ہوتے ہیں۔یہ ڈائل اور کیلنڈر سال اور مہینوں کے نام ظاہر کرتے ہیں۔دنیا کے ہر حصہ کا مقامی وقت اس گھڑیال کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ڈچ گھڑی ساز اس عجیب و غریب گھڑیال کو دنیا کا آٹھواں عجوبہ کہتے ہیں۔

مونالیزا کی طلسماتی مسکراہٹ کا پس پردہ راز

سید محمد حبیب اللہ اوج

سو مہربانیوں کے عوض مسکرادیا
سرکار نے کمال کیا اختصار میں
(جگر مراد آبادی)

جب آپ اپنا تمام کام، جو بھی ہو، چھوڑ چھاڑ کر اپنی تمام توجہ مونالیزا کی طرف مرکوز کر دیں گے، پھر بھی آپ اس کی طلسماتی کشش سے خود کو باز نہیں رکھ سکیں گے۔ یہ بات نہیں کہ آپ مونالیزا کی شبیہہ کو صرف پہلی بار نظر بھر کر دیکھ رہے ہیں۔ مونالیزا کا یہ عالم ہے کہ

ع جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

کہیں تو اس کا کارٹون بنایا جاتا ہے، کہیں صابون کے اشتہار میں دکھایا جاتا ہے کہ اگر آپ نے ہماری کمپنی کا تیار کردہ صابون استعمال کیا تو یقین جانیے کہ اس کی خوشبو اور مہک سے ویسی ہی مسکراہٹ آپ کے لب لعلیں پر پھیل جائے گی جیسے مونالیزا کے لبوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ کہیں کسی کمپنی کا ائیر کنڈیشنر کا اشتہار اخبارات کی زینت بنتا ہے کہ جب شدّتِ گرما میں آپ ہمارا ائیرکنڈیشنر استعمال فرمائیں گے تو آپ نہ صرف ''گرم و سرد چشیدۂ روزگار'' بن جائیں گے بلکہ ٹھنڈک آپ کے لبوں پر خوشی کے مارے ایسی مسکراہٹ پھیلا دے گی کہ دیکھنے والوں کو بیساختہ عجوبۂ روزگار مونالیزا کی شبیہہ پر کھیلتی ہوئی مسکراہٹ کی یاد تازہ کر دے گی۔ تاہم یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ پچھلے پانچ سو برس میں اس تصویر نے فن کاروں اور غیر فن کاروں دونوں ہی کو مونالیزا کی زلفوں کا اسیر بنا رکھا ہے۔ بقول میر:

ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میر ہوئے
اُس کی زُلفوں کے سب اسیر ہوئے

ایک خاتون جو اپنے وقت کے فلورنس کے نسائی فیشن میں ملبوس ہے، وہ ایک دُھندلے، کہر دار پہاڑی علاقے میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس تصویر میں جو بات دیکھنے والوں کو فوری طور پر اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے، وہ اس کی پُراسرار مسکراہٹ ہے۔ اس ملکوتی مسکراہٹ پر اب تک صدہا مضامین لکھے جا چکے ہیں اور کئی مصنفین نے اس پر بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید حشر تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور شاعر چیخ اٹھے گا:

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہو گا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اس شاہکار شبیہہ کا مصور لیونارڈو ڈاونشی ہے جس نے 1503ء سے 1507ء کے درمیان ایک چوکی تختے پر جو 77 سینٹی میٹر طویل اور 53 سینٹی میٹر عریض تھا، یہ شبیہہ بنائی تھی۔ اس کی غیر معمولی مقبولیت سے متاثر ہو کر چوروں نے اسے چوری کا ہدف بنایا اور 1911ء میں چرا لے اڑے مگر وہ اس چوری کو ہضم نہ کر سکے

بالآخر پیرس کے ایک شاہی محل میں' جسے فرانسیسی زبان میں لاورے Louvre کہا جاتا ہے' اسے مستقل ٹھکانہ مل گیا۔ اسے گولی کا نشانہ بنایا گیا تو ماہرین نے اسے ایسے شیشے میں جڑ دیا جس پر بندوق کی گولی اثر نہیں کرتی۔ اس تصویر پر جو شفاف شیشہ جڑا ہوا ہے اُس کے پیچھے سے مونالیزا اپنے ناظرین اور شائقین کو مسحور کرتی اور جادو جگاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس شبیہہ کی جادوگری اس کے مصور لیونارڈو ڈاونشی نے خود ایجاد کی تھی اور اس کا نام تھا Sfumato۔

آپ پوچھیں گے کہ یہ لفظ یا عنوان Sfumato ہے کیا بلا۔ یہ کس چیز کا نام ہے؟ تو سنئے اس کے معنی ہیں "دھواں دھندلی صورت اختیار کرلے۔" لیونارڈو کے ہم عصر مصوروں کو جس امر نے کشمکش و پیچ میں مبتلا کر دیا' وہ یہ تھا کہ انہوں نے لاکھ جتن کئے کہ اپنے ماڈلوں کو زندگی کا عنصر بخشیں' مگر یہ پیکر محض سٹیچو یا بُت بن کر رہ گئے۔ بے جان بُت' لیونارڈو کے ہم عصر نقاشوں نے اپنی تصویروں میں لہراتے گیسوؤں اور جامہ زیبی سے مدد لینی چاہی کہ شاعر کہہ رہا تھا:

جامہ زیبی بھی عجب چیز ہے دنیا میں صفی
ایسے دیکھے تو نظروں میں کھٹک جاتے ہیں

مگر پھر بھی بات نہ بنی۔ ابہام ambiguity یا تذبذب نے لیونارڈو کو کبھی پریشان نہیں کیا۔ لیونارڈو کی بنائی ہوئی تصاویر میں جو عکسی تاثر پیدا ہوتا ہے اس سے نہ صرف اس کی تصاویر میں جیتی جاگتی زندگی نظر آتی ہے بلکہ وہ دیکھنے والوں کو غوروخوض کی دعوت بھی دیتی ہیں کہ یہ دھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے؟ اپنے موٹے برش سے اپنے بنائے ہوئے خاکے پر متعدد دھیمے برش کی بارش کر کے لیونارڈو اپنے ناظرین کو ایک چیستان Enigma سے دوچار کر دیتا ہے۔

مونا لیزا کی چیستان مسکراہٹ

لیونارڈو کی خود ساختہ Sfumato یا دھواں دھار تاثر نہ صرف اس کی تصاویر کو زندگی بخش بنا دیتا ہے' بلکہ

ع اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

بن کر رہ جاتا ہے کہ بیٹھے سر دُھنتے رہیے۔

ارشادِ قائد

آپ کے فرائض یہ ہونے چاہئیں نظم و ضبط کا گہرا احساس' عمدہ کردار' حقیقی اور عمل پر اکسانے والی تعلیم۔ تعلیم حاصل کرنا آپ کی پہلی ذمہ داری ہے' اپنی ذات کی طرف سے' اپنے والدین کی طرف سے اور اپنی مملکت کی طرف سے۔

(اسلامیہ کالج پشاور 12 اپریل 1948)

کے ٹو: چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں،

1954ء میں پہلی بار انسانی قدم پاکستان میں واقع دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو پر پہنچے۔ 2004ء اس کامیابی کی گولڈن جوبلی سالگرہ کا سال ہے۔

اسماعیل خان

اکثر کوہ نورد کہتے ہیں کہ "دنیا کی سب سے بلند ترین چوٹی ایورسٹ کو سر کرنا شاندار تجربہ ہے، لیکن دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو کو سر کر لینا کوہ نورد کو ایک عظیم کوہ پیما بنا دیتا ہے۔"

پاکستان، دنیا کے عظیم سلسلہ کوہ ہمالیہ، قراقرم، ہندوکش اور پامیر کے سنگم پر واقع جغرافیائی اعتبار سے ایک منفرد ملک ہے۔ یہ پہاڑ صرف دلفریب نظارے ہی نہیں بلکہ حیاتیاتی تنوع کے لئے مکمل ماحولیاتی نظام اور ملکی آبادی کی بقاء کی سب سے بڑی اور بنیادی ضرورت "پانی" کی فراہمی کا منبع بھی ہیں۔ انہی پہاڑی وسائل کے بیچوں بیچ کے ٹو کی سربلند چوٹی بھی موجود ہے۔

کے ٹو، قراقرم کے سلسلہ کوہ میں پاک چین سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس کی بلندی 8 ہزار، 6 سو 11 میٹر یعنی 28 ہزار، 2 سو 51 فٹ ہے۔ 6 ہزار میٹر کی بلندی تک کے ٹو چٹانوں پر مشتمل ہے لیکن جوں جوں اس سے آگے بڑھتے جائیں گے، برف آپ کا استقبال کرتی چلی جائے گی، حتیٰ کہ ایک وقت میں آپ کے ٹو کو "ٹھوس برف کا سمندر" سمجھنے لگیں گے۔

کے ٹو تک پہنچنے کے لئے روایتی پہلا پڑاؤ اسکردو ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے لئے کوہ نوردوں کو اسلام آباد سے بذریعہ سڑک یا فضائی راستہ اختیار کرنا ہوتا ہے۔ اسکردو سے شگر، داسو اور اَسکولی سے ہوتے ہوئے کنکورڈیا تک پہنچتے ہیں اور یوں کوہ نورد بالتورو گلیشیر پر سفر کرتے ہوئے کے ٹو کی چوٹی تک عازم سفر ہوتے ہیں۔ عموماً اپریل تا اکتوبر کوہ پیمائی کے لئے مناسب مہینے خیال کئے جاتے ہیں اور اسی دورانیے کو "ٹورسٹ سیزن" کہا جاتا ہے۔

31 جولائی، 1954ء کی شام دنیا کی تاریخ کا وہ اہم ترین لمحہ تھا جب زمانہ معلوم کی تاریخ کے مطابق پہلی بار کئی عشروں کی جدوجہد کے بعد کے ٹو کی ناقابلِ تسخیر چوٹی پر انسان کے قدم پہنچے۔ آج اس تاریخ ساز دن کو گزرے ہوئے 50 برس مکمل ہو چکے ہیں اور اسی مناسبت سے 2004ء کو "کے ٹو۔ گولڈن جوبلی سال" کے حوالے سے منسوب کیا گیا ہے۔

کے ٹو گولڈن جوبلی سال منانے کے حوالے سے دنیا بھر میں کوہ نوردی کے شائقین کی توجہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات کی جانب مبذول ہو گئی ہے اور ہمارے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ ماحول دوست سیاحت کے فروغ کے لئے اپنے پہاڑی علاقوں کی مزید مؤثر انداز میں تشہیر کریں۔ الپائن کلب، ماؤنٹینیرنگ ایسوسی ایشن اور دیگر متعدد ایجنسیں کے ٹو کا رُخ کرنے کے لئے اپنے اپنے پروگرام ترتیب دے چکی ہیں۔ اٹلی سے دو بڑی مہم جو ٹیمیں اپنی حکومت کی سرپرستی

میں جذبہء کوہ نوردی کی تسکین اور کے ٹو کی چوٹی تک پہنچنے کی خواہش کی تکمیل کے لئے پاکستان کا رُخ کر رہی ہیں۔ علاوہ ازیں جرمنی، اسپین، جاپان، بلغاریہ، رومانیہ اور امریکہ سے بھی کوہ نوردوں کی بڑی تعداد کی پاکستان آمد متوقع ہے۔ واضح رہے کہ چند ماہ پیشتر اٹلی کی پارلیمنٹ ایک قرارداد بھی پاس کر چکی تھی جس میں ارکانِ پارلیمنٹ نے اپنی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ کے۔ٹو کی گولڈن جوبلی تقریبات میں سرگرمی سے حصہ لے۔ اٹلی کی کے۔ٹو گولڈن جوبلی میں دلچسپی کا سبب یہ ہے کہ یہ چوٹی سب سے پہلے اطالویوں نے ہی سر کی تھی۔ اسی لگاؤ کی وجہ سے اٹلی کی حکومت نے کے ٹو بیس کیمپ پر ایک ماؤنٹین ریسرچ اسٹیشن کے قیام کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ واضح رہے کہ اس طرح کا اسٹیشن اٹلی نے ایورسٹ بیس کیمپ پر بھی قائم کیا ہے جو گزشتہ کئی برسوں سے پہاڑوں کی سائنسی تحقیق کے ضمن میں خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اسکردو میں ماؤنٹین میوزیم کے قیام میں پاکستان کو اپنے تعاون کا بھی یقین دلایا ہے۔

اگر چہ ایک طرف کے ٹو پاکستان کے لئے باعثِ افتخار اور ماحول دوست سیاحت کے فروغ میں نہایت مددگار ہے تو دوسری جانب یہ حکومت پاکستان کے لئے زرمبادلہ کے حصول کا بھی ایک ذریعہ ہے۔ ہر سال بڑی تعداد میں کوہ نورد یہاں کا رخ کرتے ہیں۔ کے ٹو تک پہنچنے کے لئے مہم جو ٹیم کو 10 ہزار ڈالر ''صفائی ٹیکس'' کی مد میں ادا کرنے ہوتے ہیں۔ صرف یہی نہیں، یہ کوہ نورد اور سیاح شمالی علاقہ جات کے لوگوں کی بڑی تعداد کے لئے براہِ راست آمدنی کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ فضائی کمپنیوں، ہوٹل اور ٹرانسپورٹ کے شعبہ سے وابستہ لوگوں کے علاوہ اُن ہزاروں مقامی غریب لوگوں کو بھی روزگار ملتا ہے جو بحیثیت قُلی، باورچی اور گائیڈ ان ٹیموں میں شامل ہوتے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ پہاڑوں سے گھِرے اور نہایت محدود ذرائع معاش والے شمالی علاقہ جات کے باشندوں کی گزر اوقات کے لئے ''شاہراہِ حیات'' کے بھی مترادف ہے۔ جہاں یہ لوگ کوہ پیماؤں سے وابستہ ہو کر صرف چند ماہ کے ٹریکنگ سیزن میں اپنی گزر بسر کے لئے سال بھر کی آمدنی حاصل کر لیتے ہیں۔

پاکستان کے بُلند ترین پہاڑی مقامات اگر چہ غیر ملکی کوہ نوردوں اور سیاحوں کے لئے تو بڑی کشش کا باعث ہیں لیکن دشوار گزار راستوں اور سہولیات کے بہت مہنگا ہونے کے سبب ملکی سیاح اور کوہ نوردان میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال ٹورسٹ سیزن کے دوران لگ بھگ 35 ہزار غیر ملکی سیاح اور کوہ نورد یہاں کا رُخ کرتے ہیں۔ اگر چہ ان کی آمد مقامی لوگوں کی معیشت کے لئے خوش آئند ہوتی ہے، تاہم خاطر خواہ انتظامات کی عدم موجودگی کے باعث کئی ماحولیاتی مسائل بھی جنم لیتے ہیں جو قدرتی ماحول پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

سیاحوں اور کوہ نوردوں کے لئے ٹریکنگ کے راستوں پر بنیادی سہولیات کے فقدان کے سبب انہیں اپنی ضروریات کا ہر سامان قُلیوں کی پشت پر لاد کر چلنا پڑتا ہے۔ خوراک، خیمے، فرنیچر، کوہ پیمائی کے آلات و سامان، برتن، ادویات کسی بھی مہم جُو ٹیم کے سامان کے بڑے حصے پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اسی سبب انہیں بڑی تعداد میں قُلیوں کی بھی ضرورت پڑتی ہیں۔ یوں ان کی موجودگی سے سامان کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب قُلیوں کی بڑی تعداد پر مشتمل یہ مہم جُو ٹیمیں ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ کی جانب سفر کرتی ہیں تو اپنے پیچھے بہت سا ناکارہ سامان مثلاً خالی ڈبے، پیکنگ میٹریل، ضائع ہو

جانے والی اشیائے خورونوش، ٹوائلٹ پیپر اور سب سے بڑھ کر انسانی فضلہ چھوڑ جاتی ہیں۔ یہ سارا فضلہ نہ صرف گندگی کے ڈھیر کو بڑھاتا ہے بلکہ ماحولیاتی آلودگی میں اضافے کے علاوہ گلیشیروں سے جنم لینے والے آبی وسائل کو بھی آلودہ کرتا رہتا ہے۔ مناسب طریقے سے اس فضلے اور بچے کھچے سامان کے ٹھکانے لگانے کے انتظامات کی عدم موجودگی کے باعث آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اشیاء جو دھوپ کی شدت کے باعث ازخود رفتہ رفتہ تلف ہو جاتی ہیں، وہ بھی سرد موسم کے سبب اپنی اصل شکل میں پڑی رہتی ہیں، یوں کچرے کا ڈھیر گھٹنے کے بجائے صرف بڑھتا ہی ہے۔

ابتدائی بیس کیمپوں میں سرد راتوں میں حدت حاصل کرنے کے لئے قُلی اور کوہ نورد آگ جلاتے ہیں۔ جس کے لئے اردگرد موجود جھاڑیوں اور درختوں کو استعمال کرتے ہیں، یہی سبب ہے کہ کوہ پیمائی کے بیس کیمپ کے طور پر استعمال ہونے والے راستے میں درخت اور جھاڑیاں بڑی تعداد میں ختم ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال سے نہ صرف زمین بُردگی بڑھی ہے بلکہ جنگلی حیات کو بھی نقصانات پہنچے ہیں۔ واضح رہے کہ ہم جس علاقے کا تذکرہ کر رہے ہیں، وہ بقا کے خطرات سے دو چار انتہائی اہم جانوروں کا مسکن بھی ہے۔ ان میں برفانی چیتا، بھورا ریچھ، مارکو پولو بھیڑ، آئی بیکس، اڑیال وغیرہ شامل ہیں۔ سیاحتی موسم میں ان علاقوں میں انسانی سرگرمیوں میں اضافے کے سبب ان جانوروں کے قدرتی مسکن بھی متاثر ہوتے ہیں اور یوں یہ محفوظ رہنے کے لئے مزید بلندی کی طرف ہجرت کرنے لگتے ہیں۔ اس ضمن میں ماحولیاتی تنزلی کی بہترین مثال بالتورو گلیشیر کی ہے۔ یہ گلیشیر کے ٹو تک رسائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور 6 ہزار میٹر کی بلندی تک دیکھیں تو یہ ماحول سے ہماری غفلت کی افسوس ناک مثال پیش کرتا ہے۔ جگہ جگہ کچرے کے ڈھیر، انسانی فضلہ، درختوں کے اَدھ جلے تنے اور خالی ڈبے ماحول دوستی کے ہمارے دعوؤں کی تردید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ بُلند و بالا پہاڑ ماحولیاتی اہمیت، آبی ضروریات، ماحول دوست سیاحوں کی توجہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ہماری معیشت میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایڈونچر فاؤنڈیشن، ڈبلیو ڈبلیو ایف سمیت متعدد غیر سرکاری تنظیمیں آلودگی کے معاملے کو نہایت سنجیدہ لیتی ہیں۔ ان تنظیموں نے اگر چہ اس حوالے سے عوامی آگہی کے متعدد پروگرام بھی کئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ماحولیاتی آلودگی کے سدِ باب کے لئے ٹھوس کوششوں کی عدم موجودگی کے سبب ان کی افادیت ماند پڑ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ماؤنٹین اینڈ گلیشیر پروٹیکشن آرگنائزیشن، جس کی مالی اعانت GEF-UNDP اسمال گرانٹس پروگرام کر رہے ہیں اور جاپانی رضا کاروں پر مشتمل تنظیم ہمالین گرین کلب بھی کے ٹو ٹریکنگ راستے میں موجود فضلے کو ٹھکانے لگانے کے حوالے سے کام کر رہی ہیں، تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ سرکاری سطح پر ایسے ٹھوس اقدامات کئے جائیں جن سے کوہ نوردوں کے ذوق کی تسکین کے دوران ہونے والی ماحولیاتی آلودگی کو نہ صرف بڑھنے سے روکا جائے بلکہ جو کچرے کے ڈھیر گلیشیر بیس کیمپوں کے راستوں میں جمع ہیں، انہیں بھی ختم کیا جا سکے۔ یقیناً سہولتوں کی فراہمی سے سلسلۂ کوہسار کی سیاحت میں دلچسپی رکھنے والے غیر ملکی سیاحوں کی آمد میں اضافہ ہوگا۔ اگر پاکستان میں سیاحت کے فروغ کے سرکاری ادارے ان برفیلے علاقوں میں برف سے وابستہ کھیلوں کے فروغ کے لئے منضبط کوششیں کریں تو اس سے ملکی سیاحوں کے لئے بھی شمالی علاقہ جات کی سیاحت میں کشش بڑھے گی اور مقامی لوگوں کے معاشی حالات پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

پیاز کی کاشت

اللہ داد خان

پیاز ہماری نقد آور فصل کے علاوہ ہمارے باورچی خانہ میں سب سے زیادہ اور روزانہ استعمال ہونے والی سبزی ہے۔ پیاز کا ذکر قدیم زمانے سے ہو رہا ہے۔ اس میں چند ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو چربی کو خون کی شریانوں میں جمنے نہیں دیتے۔ اسی وجہ سے اس کا استعمال انسان کو دل کے مہلک امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ پیاز میں معدنی نمکیات کی کافی مقدار ہوتی ہے جو انسانی جسم کے لئے اشد ضروری ہیں۔ نمکیات کے علاوہ اس میں حیاتین ''الف'' اور ''ب'' کے علاوہ ''ج'' بھی کافی مقدار میں موجود ہے۔ اس کے آبائی وطن کے بارے میں وثوق سے کہنا مشکل ہے، تاہم پیاز سب سے پہلے فلسطین میں استعمال کیا گیا۔ پیاز کا استعمال 430 ق م سے ہوتا آ رہا ہے، جبکہ 1870ء سے پیاز کی کاشت باقاعدگی سے ہو رہی ہے اور اب یہ دنیا کے مختلف ممالک میں اُگایا جا رہا ہے۔ آیئے ہم اس کا ایک تقابلی جائزہ لیتے ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک میں اس کی پیداوار کتنی ہے اور ہمارے ہاں اس کی پیداوار فی ایکڑ کتنی ہے اور اس میں مزید کتنی گنجائش ہے

☆ بحرین میں اس کی پیداوار 32 ٹن فی ایکڑ ہے۔

☆ برطانیہ میں اس کی پیداوار 18 ٹن فی ایکڑ ہے۔

☆ ہالینڈ میں اس کی پیداوار 17 ٹن فی ایکڑ ہے۔

☆ پاکستان میں اس کی پیداوار 5 ٹن فی ایکڑ ہے۔

ان اعداد و شمار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں پیاز کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کی کافی گنجائش ہے۔

کاشت سے برداشت کی ٹیکنالوجی

۱۔ موسم اور آب و ہوا۔

پیاز شروع میں سرد، معتدل اور مرطوب جبکہ فصل کی تیاری کے وقت خشک موسم ضروری ہے۔ پیاز کا بیج ٹھنڈی آب و ہوا میں اچھی طرح پھوٹتا ہے اور فصل کی نشوونما بھی شروع میں ٹھنڈی آب و ہوا میں بہترین پروان چڑھتی ہے۔

۲۔ پیاز کے لئے زمین۔

زرخیز میرا زمین، جس میں نامیاتی مادہ کافی مقدار میں موجود ہو اور پانی کی نکاسی بھی بہتر رکھتی ہو، موزوں ہے۔

۳۔ زمین کی تیاری۔

زمین کی تیاری جتنی بہتر ہوگی اتنا ہی فصل کی پیداوار پر اثر پڑے گا۔ لہٰذا زمین کی تیاری کے لئے 3/2 بار عام ہل چلا کر اس کے بعد سہاگہ دے کر زمین کو ہموار کریں۔

۴۔ پنیری کی تیاری۔

ایک ایکڑ پر پنیری اُگانے کے لئے 4-5 مرلہ زمین کو اچھی طرح نرم کر لیں اور اس کے بعد ہموار کریں۔ زمین کی تیاری سے پہلے 400 کلوگرام گوبر کی گلی سڑی کھاد ڈالیں اور ہل چلا کر زمین میں اچھی طرح سے ملا دیں۔ وتر آنے پر 3/2 بار ہل چلا کر زمین کو بہتر طور پر تیار کر لیں۔

پنیری کی کاشت کا وقت اکتوبر سے دسمبر تک ہے۔ اس میں علاقے کی مناسبت سے وقت آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ پنیری کے لئے آخری تیاری کے وقت مندرجہ ذیل کھادوں کا ڈالنا اچھی پنیری کے لئے موزوں ہوگا۔

5 مرلہ زمین کے لئے کافی ہے۔

10 کلوگرام سنگل سپر فاسفیٹ

2 کلو یوریا

1 کلو پوٹاش کی کھاد

4 فٹ چوڑی، 8 فٹ لمبی اور 1/2 فٹ اونچی پٹڑیاں بنائیں۔ پٹڑیوں کے درمیان 1/2 فٹ چوڑا راستہ بنائیں۔ ان پٹڑیوں میں لائن پر، یا چھٹہ سے 4 کلوگرام بیج کاشت کریں۔ بیج ڈالنے کے بعد اُس کے اوپر پرالی یا پتے وغیرہ ڈالیں اور فوارے سے پانی دیں۔ ہر صبح فوارے سے پانی دیتے رہیں تاکہ زمین میں نمی رہے۔ 6/5 دن کے بعد بیج اُگنے شروع ہو جائیں گے۔ ایک ہفتے تک پودے کو سورج کی تمازت سے بچانے کے لئے سرکنڈے کا سایہ کریں۔ پنیری کو ہر 10/8 دن کے وقفے سے پانی لگاتے رہیں۔ کاشت سے 10/8 ہفتے بعد پنیری کھیت میں منتقل کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

۵۔ کھادوں کا استعمال۔

کاشت سے ایک ماہ پہلے 15 ٹن گوبر کی گلی سڑی کھاد ڈالیں اور ہل چلا کر زمین میں ملا دیں۔ زمین کی آخری تیاری کے وقت 2 بوری ڈی اے پی، ایک بوری پوٹاش اور 1/4 بوری یوریا فی ایکڑ ڈالیں۔ اس کے بعد پہلی مٹی کے چڑھانے پر 1/2 بوری یوریا فی ایکڑ اور دوسری مرتبہ مٹی چڑھانے پر 1/2 بوری یوریا ڈالیں۔ کھاد کے استعمال سے پہلے اگر زمین کا تجزیہ کر لیں تو کھاد کے استعمال میں مزید مدد مل سکتی ہے۔

۴۔ طریقہ کاشت:

پیاز لگانے کے لئے کھیت کو تقریباً 5، 5 مرلہ کی کیاریوں میں بانٹ لیں۔ قطاروں کا درمیانی فاصلہ 8 سے 10 انچ اور پودوں کا 4-6 س م ہو۔

5۔ گوڈی:

خودرو پودوں کی تلفی کے لئے دو بار گوڈی ضروری ہے۔ کاشت کے ایک ماہ بعد گوڈی کریں اور پودوں کو مٹی چڑھانے کے عمل کے ساتھ ساتھ کھادوں کا استعمال بھی کریں۔ جب پیاز بننا شروع ہو جائے تو پودوں پر دوسری مرتبہ مٹی چڑھا دیں اور ساتھ ہی سفارش کردہ کھاد بھی ڈالیں۔

6۔ اقسام:

سوات سلیکشن۔ سوات I

دیسی سرخ

دیسی سفید

7۔ پیاز کی بیماریاں:

پیاز پر تقریباً 20 بیماریوں کا حملہ دنیا بھر میں ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں جو بیماریاں مشاہدہ کی گئی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ پیاز کی روئی دار پھپھوند۔

۲۔ پیاز کے پتوں کے ارغوانی دھبے۔

پیاز کی روئی دار پھپھوند کی بیماری۔

بیماری کی علامات

جب پتے 6 انچ کے ہو جاتے ہیں تو یہ بیماری حملہ کرتی ہے۔ نمی کی موجودگی میں پتوں پر سفید یا ارغوانی رنگ کے لمبے سے داغ بناتی ہے۔ بعد میں یہ داغ زردی مائل سبز اور بالآخر سفید یا خاکستری رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔

عام طور پر پرانے باہر کی طرف کے پتے متاثر ہوتے ہیں اور جوں جوں بیماری پاپوش کے نیچے جاتی ہے، پتے گرتے اور مرتے رہتے ہیں۔ نئے پتوں کے علاوہ بقایا سب پتے مر جاتے ہیں۔

بیماری کا علاج

ا۔ گزشتہ فصل کے بیماری سے متاثرہ پتوں کی تلفی۔

۲۔ صحت مند بیج ہی کاشت کریں۔

۳۔ مندرجہ ذیل میں سے کوئی سی ایک دوائی 100 لیٹر پانی میں ملا کر چھڑکاؤ کریں۔

ڈائی تھین ایم 250 گرام یا مینزیب 200 گرام یا ٹبلیٹ 120 گرام۔

پیاز کے پتوں کی ارغوانی داغوں والی بیماری۔

بیماری کی علامات:

یہ بیماری پتوں پر آتی ہے۔ پتوں پر داغ آتے ہیں جو آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں اور ان کا درمیانی حصہ ارغوانی رنگ کا ہو جاتا ہے جبکہ یہ داغ اردگرد سے پیلا ہوتا ہے۔

بیماری کا علاج:

ا۔ گزشتہ فصل کی بیماری سے متاثرہ پتوں کی تلفی۔

۲۔ بیمار پیاز کی گٹھی کی تلفی۔

۳۔ درج ذیل میں سے کوئی ایک سی دوائی 100 لیٹر پانی میں ملا کر سپرے کریں۔

ڈائی تھین ایم 250 گرام یا مینزیب 200 گرام یا ٹاپسن ایم 300 گرام۔

☆☆☆☆☆

آیئے پھول اُگائیں

آغا جہاں زیب

پھول جذبات کے عکاس ہوتے ہیں۔ یہ انسانی زندگی میں مختلف کردار ادا کرتے ہیں۔ پھولوں کے رنگوں اور خوشبو سے مختلف تشبیہات دی جاتی ہیں۔ شعراء اپنے کلام میں محبوب کو پھول سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ گھروں میں پڑے گلدستے ہوں یا قبروں پر پڑی پتیاں، خوشبو دونوں جگہ سے آتی ہے، صرف ماحول اور جگہ کا فرق ہوتا ہے۔ غرض کہ پھول ہر شعبۂ زندگی میں اپنے ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم صرف ان پھولوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو آج کل گھروں میں باآسانی لگائے جا سکتے ہیں۔

ایک پھول کا ذکر کر رہا ہوں جس کے پتے سرخ رنگ کے ہوتے ہیں اور یہ ان خوبصورت پنکھڑیوں کی وجہ سے ہی حسین نظر آتا ہے۔ یہ پھول جس کا نام امرتھس ہے، جولائی کے مہینے میں لگایا جاتا ہے۔ پنیری منتقل کرنے کے بجائے اگر اس کو براہِ راست لگایا جائے تو زیادہ بہتر طریقے سے پرورش پاتا ہے۔ فصلوں کی طرح اس کے پودوں میں بھی چھدرائی کا عمل کر کے کمزور پودے نکالے جا سکتے ہیں۔ اس کا پودا باڑھ کی شکل میں بھی لگ سکتا ہے۔ امرتھس کی ایک قسم پر لمبے پھول بھی آتے ہیں۔

ایک اور نہایت خوبصورت پودا جس کی لمبائی ڈیڑھ سے اڑھائی فٹ تک ہوتی ہے بالسم کہلاتا ہے اسے بھی براہِ راست لگایا جائے تو بہتر رہتا ہے۔ یہ پھول گملوں کے علاوہ براہ راست زمین میں بھی اُگایا جا سکتا ہے۔ زمین میں لگایا جائے تو زیادہ تیزی سے بڑھتا ہے اور پھول بھی زیادہ دیتا ہے۔ زمین میں لگے پودوں کی خوبصورتی دیدنی ہوتی ہے۔ تاہم اگر گملے بڑے سائز کے ہوں اور کھاد کا استعمال کیا جائے تو گملے میں بھی نہایت کامیاب رہتا ہے۔

ایک خوبصورت پودا مارننگ گلوری ہے۔ یہ ایک بیل ہوتی ہے، اس کی اونچائی تین سے پانچ فٹ تک ہوتی ہے۔ اس کے پھول سفید، نیلے اور سرخ رنگوں کے ہوتے ہیں۔ بعض اقسام زرد رنگ کی بھی دیکھی گئی ہیں۔ اس کے پودے بڑے ہوں تو انہیں سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کو گھر کے کسی کونے میں جہاں دھوپ کی شعاع کا گزر ہو، لگایا اور آسانی سے پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ گملے میں لگائے گئے پودوں کی آبپاشی کا خیال رکھنا بڑا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اگر گملا خشک ہو جائے تو پودا مرجھا جاتا ہے اور اگر پانی زیادہ ہو تو بھی یہ جل جاتا ہے۔ لہٰذا دونوں صورتوں میں پانی کا خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ جانوروں خصوصاً چڑیوں سے اسے بچانا نہایت ضروری ہے۔ تیسری نہایت اہم چیز یہ کہ گھروں میں پڑے

گملوں میں چیونٹیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ پودوں کی جڑوں پر مکمل قبضہ جما کر اسے ختم کر دیتی ہیں۔

دوبارہ پھولوں کی طرف چلتے ہیں۔ایک ایسا پھول جو گرمی اور سردی دونوں موسموں میں اُگایا جا سکتا ہے۔ یہ پھول دوسرے پھولوں کی نسبت سخت جان ہوتا ہے تاہم اس میں خوشبو نہیں ہوتی، پھر بھی اس کے پودے نہایت نفیس اور خوبصورت ہوتے ہیں۔پھول کا نام بتانا بھول گیا اس کا نام ہے گیندا۔ایک اور پھول جو سورج کا دوست ہے۔جس کے پھول سورج طلوع ہونے کے بعد کھلتے ہیں اور غروبِ آفتاب کے بعد بند ہو جاتے ہیں۔پھول کا نام بھی اس عملی کی مناسبت سے گُلِ دوپہری ہے۔یہ چھوٹے قد کا پودا ہوتا ہے۔پھولوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔اس کو باآسانی گملوں اور کیاریوں میں اُگایا جا سکتا ہے۔جیسا کہ نام اور کام سے ظاہر ہے، گرمی بخوشی برداشت کرتا ہے۔ صرف پانی کی کمی نہیں ہونی چاہیئے۔سورج کی حدت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔

آخر میں جس پھول کا تذکرہ ہونے جا رہا ہے اسے ہم کلغہ کہتے ہیں۔کلغہ کئی رنگوں میں پایا جاتا ہے۔کلغے کے پودے بڑے ہو کر بہت بھاری ہو جاتے ہیں انہیں سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔'کانے' اس مقصد کے لئے بخوبی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔پودوں کے ساتھ کانے مٹی میں گاڑ کر پودوں کے تنے ان کے ساتھ باندھ دیئے جاتے ہیں اور یوں کلغہ کھڑا رہتا ہے۔کلغے کا ایک بھائی ہے جسے سلوشیا کہتے ہیں۔کلغہ اور سلوشیا تقریباً ایک جیسے پھول ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ سلوشیا کے پھول گچھوں کی طرح ہوتے ہیں۔

یہاں ہم نے صرف چند پھولوں کا ذکر کیا ہے۔اگر نرسری کا دورہ کیا جائے تو پھولوں کی بے شمار اقسام نظر سے گزریں گی۔تاہم پنیری لینے کے لئے کسی اچھی نرسری کا انتخاب نہایت ضروری ہے۔

☆☆☆☆

گملے میں لگائے گئے پودوں کی آبپاشی کا خیال رکھنا بڑا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اگر گملا خشک ہو جائے تو پودا مرجھا جاتا ہے اور اگر پانی زیادہ ہو تو بھی یہ جل جاتا ہے۔لہٰذا دونوں صورتوں میں پانی کا خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہماری دستاویزی فلمیں

نمبر شمار	نام	دورانیہ	نمبر شمار	نام	دورانیہ
1	علامہ اقبال 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ	18	مرزا غالب (اردو) 35MM/VHS	80 منٹ
2	آرکیٹیکچر ان پاکستان 35MM/VHS	20 منٹ	19	پاکستان، پاسٹ اینڈ پریذنٹ (انگلش) 35MM/VHS	30 منٹ
3	آرٹ ان پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ	20	پاکستان۔ اے پورٹریٹ (انگلش) VHS/U.MATIC.35MM	30 منٹ
4	برتھ آف پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ	21	کارپٹس (اردو) 35MM	20 منٹ
5	کلچرل ہیریٹیج آف پاکستان (اردو) 35MM/Betacam	20 منٹ	22	پی ایم اے کاکول (اردو) 35MM/U.Matic	30 منٹ
6	چلڈرن آف پاکستان 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ	23	پاکستان پینوراما (اردو، انگلش، عربی) 35MM/U.Matic	20 منٹ
7	کری ایٹو ہینڈز (انگلش) 35MM/U.Matic	30 منٹ	24	ویلی آف سوات (اردو) 35MM	20 منٹ
8	گندھارا آرٹ (انگلش) 35MM/U.Matic	20 منٹ	25	پاکستان سٹوری (اردو) VHS/35MM	70 منٹ
9	گریٹ ماؤنٹین پاسز ان پاکستان (انگلش) 35MM	20 منٹ	26	پاکستان لینڈ اینڈ اٹس پیپلز (انگلش) 35MM	30 منٹ
10	گرین ٹریل ان پاکستان (اردو، انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	10 منٹ	27	پاکستان پرامزنگ لینڈ (انگلش) 35MM/U.Matic	50 منٹ
11	جرنی تھرو پاکستان (اردو، انگلش) 35MM	20 منٹ	28	قائداعظمؒ (اردو) 35MM/VHS	30 منٹ
12	لیکس ان پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ	29	سوہنی دھرتی۔ پاکستان (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	30 منٹ
13	مونومنٹس آف پاکستان (اردو) 35MM/VHS	20 منٹ	30	سینک بیوٹی آف پاکستان (اردو) 35MM	20 منٹ
14	موہن جوڈرو (انگلش) 35MM	20 منٹ	31	انڈس۔ دی ریور آف ہسٹری (اردو) 35MM	20 منٹ
15	مائنارٹیز ان پاکستان (انگلش، اردو) 35MM/UHS/U.Matic	20 منٹ	32	انڈسٹریل گروتھ آف پاکستان 35MM	20 منٹ
16	میریج کسٹمز 35MM/VHS	20 منٹ	33	ناردرن ایریاز (انگلش) 35MM	30 منٹ
17	وائلڈ لائف ان پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ	34	جیم اینڈ جیولری (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ اسلام آباد۔ پاکستان: فون 051-9202776 فیکس: 051-9206828

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/=	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	95/=	$-04
3	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	95/=	$-04
4	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	425/=	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/=	$-17
6	اقوال قائدؒ (مجلد/ پیپر بیک)	انگریزی	50/=	$-03
7	جناح اور ان کا دور (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/=	$-10
8	پاکستان۔فرام ماؤنٹینز ٹوسی (از محمد امین۔ ڈنکن ویلٹس۔گراہم ہینکاک)	انگریزی	650/=	$-20
9	پاکستان۔چینی مصوروں کی نظر میں (ین ینگ اینڈ ٹو ہوا)	انگریزی، عربی فرانسیسی، چینی	500/=	$-20
10	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	100/=	$-04
11	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (چھ جلدیں)	انگریزی	450/=	$-17
12	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (پیپر بیک) (چھ جلدیں)	انگریزی	400/=	$-15
13	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
14	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
15	وحدت افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/=	$-04
16	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/=	$-01
17	پاکستان پکٹوریل (دو ماہی)	انگریزی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
18	المصورہ (دو ماہی)	عربی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
19	سروش	فارسی	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ
20	ماہ نو (ماہنامہ)	اردو	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی۔ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ اسلام آباد۔پاکستان: فون 051-9202776 فیکس: 051-9206828